

لَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلِّفُ اللَّهُ إِلَّا نَفْسَهُ وَهَرَضَ الْمُؤْمِنِينَ

عالمی تحریکِ مجاہد کا ترجمان

# حِطِّين

ربیع الاول - ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ

الاعتصامیہ

سب سے پہلے امریکہ!

ولاءِ صحیحہ اور لاءِ صحیحہ

کفار کے مقابلے میں مسلمانوں کی پست ہمتی، اور معرکہ بیت کے اسباب اور ان کا علاج

فلاح صحیحہ اور لاءِ صحیحہ

لال مسجد پر پرویزی صلیبی لشکر کی یلغار کے خلاف، مجاہد ملت شیخ امین الطواہری کا بیٹنام

ولاءِ وچراہ

مجھے بتاؤ سہی اور کافر کی کیا ہے؟

مصر پر برطانیہ کے حملہ کے موقع پر خلافتِ عثمانیہ کی طرف سے مصر کے قاضی القضاۃ شیخ احمد شاکر کا فتویٰ

مصالحہ

سرزمینِ خراسان کی تازہ داستان

(امارتِ اسلامیہ افغانستان کے جنوبی علاقوں کے جنگی کمان دان محمود غزنوی کی گفتگو)

وجہا صحیحہ اور لاءِ صحیحہ

جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت و تعاون کے چالیس طریقے

حقیقت اور کذب

کیا امنیت (احتیاطی تدبیر) توکل کے معنی ہے؟

# حَطِّين

عالمى تحريك جهادكا ترجمان

شماره ۲، ربیع الاول - ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ

# حطین

حطین وہ میدان ہے جہاں تاریخ کا ایک عظیم معرکہ لڑا گیا تھا۔ جب سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں مسلمانوں نے صلیبی حملہ آوروں کو فیصلہ کن شکست دے کر ان کی کمر توڑ دی تھی۔ یہی جنگ اہل کتاب سے مسجد اقصیٰ کی بازیابی کا مقدمہ بنی۔

آج امت مسلمہ پھر اسی مرحلے سے دوچار ہے۔ آج پھر اہل اسلام پر ایک صلیبی جنگ مسلط ہے۔ ہاں البتہ فرق اتنا ہے کہ کل کی صلیبی جنگ میں صرف قبلہ اول مسجد اقصیٰ مصلوب تھی تو آج کعبۃ اللہ کی سرزمین بھی یہود و نصاریٰ کے زرخے میں ہے۔ یاد رکھیے کہ موجودہ دور کی صلیبی جنگ کا مقابلہ بھی اسی طرح ممکن ہو گا جس طرح ماضی کی صلیبی جنگوں کا مقابلہ کیا گیا تھا، بلکہ اُس سے بھی زیادہ قوت اور قربانیوں کے ساتھ... کیونکہ کل کی صلیبی جنگ کا شکار محض مسلمان تھے جب کہ آج اسلام بجائے خود ہدف ہے۔ بس یہی حطین کا پیغام ہے!

## فہرست

افتتاحیہ

۴..... سب سے پہلے امریکہ!

ولا تہنوا ولا تہزنوا

۹..... کفار کے مقابلے میں مسلمانوں کی پست ہمتی، اور مرعوبیت کے اسباب اور ان کا علاج

ناعتبروا یا ولی البصار

۲۸..... لال مسجد پر پرویزی صلیبی لشکر کی یلغار کے خلاف، مجاہد ملت شیخ ایمین الظواہری کا پیغام

ولا وبراہ

مجھے بتاؤ سہی اور کافر کی کیا ہے؟ (مصر پر برطانیہ کے حملہ کے موقع پر خلافت عثمانیہ کی طرف سے

۳۱..... مصر کے قاضی القضاة شیخ احمد شاکرؒ کا فتویٰ)

مصاحبہ

سرزمین خراسان کی تازہ داستان (امارت اسلامیہ افغانستان کے جنوبی علاقوں کے جنگی کمان

۳۷..... دان محمود غزنوی کی گفتگو)

وجہ اللہ و فی اللہ حق جہادہ

۵۳..... جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت و تعاون کے چالیس طریقے

ضدواہذراکم

۷۷..... کیا امتیہ (احتیاطی تدبیر) توکل کے منافی ہے؟

## سب سے پہلے امریکہ!

زید الخیر

”سب سے پہلے امریکہ..... ہی دنیا بھر میں مجاہدین کی عسکری کارروائیوں کا ہدف ہونا چاہیے!“ جب ہم یہ بات کہتے ہیں تو اس کے کچھ دلائل ہیں:

① امریکہ اس وقت دنیا میں جاری عالمی صلیبی جنگ کا امام ہے۔ ۱۶ اکتوبر ۲۰۰۱ء کو امریکی صدر کے صلیبی جنگ کے اعلان سے تا امروز اس جنگ کی قیادت امریکہ کے ہاتھ میں ہے۔

② امریکی صلیبیوں کا سب سے بھیانک جرم اسلامی دنیا میں ایک عالمگیر تحریک ارتداد کا برپا کرنا ہے، جس کے اثرات پورے عالم اسلام میں محسوس کیے جا رہے ہیں۔ تعلیم، معیشت، ابلاغیات، معاشرت، قانون سازی، الغرض اسلامی دنیا کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس میں فساد اور الحاد کے فروغ کے لئے امریکی اداروں نے شراکتیہ منصوبہ بندی نہ کر رکھی ہو۔

③ مسلم دنیا کو سودی معیشت کے جال میں جکڑنا، سرمایہ دارانہ تہذیب کو فروغ دینا اور اسلامی معاشروں کو حرص و ہوس کی منڈیوں میں تبدیل کرنا امریکہ کا ایک مستقل ہدف ہے۔ اس ہمہ جہتی ہدف کے حصول کے لئے یو ایس ایڈ، ورلڈ بینک اور دیگر اداروں کی مدد سے مستقلاً کام جاری ہے۔

④ دنیا کی بڑی عسکری قوت ہونے کے ناطے، تمام اسلام دشمن قوموں کو مسلح اور مضبوط کرنے کا کام امریکہ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ حتیٰ کہ مسلمانانِ شہیدان کے مقابلے میں وہ اپنے بدترین دشمن روس کی مدد سے بھی نہیں چوکتا۔

⑤ امریکہ ہی ہے جو مسلم ممالک سے فوجیوں اور پولیس اہل کاروں کو بڑے پیمانے پر بھرتی کر کے تربیت کے لئے اپنے ہاں لے جاتا ہے اور اسلام دشمنی اور جہاد دشمنی کے لئے ان کی ذہن سازی کرتا ہے۔

⑥ امریکہ مسلم دنیا کے سیاست دانوں کو جمہوری تربیت کے نام پر اپنے ہاں لے جا کر ان کے ذہنوں سے جہاد اور نفاذ شریعت کے افکار کھرچ کر، انہیں فروغ جمہوریت کی تعلیم دیتا ہے۔

⑦ امریکہ اسلامی دنیا کے سکولوں، کالجوں کے اساتذہ کو منتخب کر کے، تعلیمی تربیت کے بہانے انہیں بے

دین اور ملحد و زندیق بنانے کی مہم پر کاربند ہے۔

❶ امریکہ کی سرپرستی میں قائم این جی اوز مسلم دنیا میں جس تیزی سے بے حیائی اور آوارگی کو فروغ دے رہی ہیں، وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔

❷ آج دنیا بھر میں انٹرنیٹ کے ذریعے جو برائی بھی پھیلائی جا رہی ہے، اس کا بانی و سرپرست امریکہ ہے۔

پھر اس فکری فساد کے ساتھ ساتھ امریکہ نے عسکری محاذوں پر بھی اہل اسلام کو نشانے پر رکھا ہوا ہے۔

❸ یہودی ریاست کا سب سے بڑا عسکری و سفارتی سرپرست امریکہ ہے۔ قبلہ اول کو مسلسل صہیونیوں کی غلامی میں رکھنے اور لاکھوں فلسطینی مسلمانوں کو قتل اور ہجرت پر مجبور کرنے اور دنیا کے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کو بیت المقدس کی زیارت سے محروم رکھنے کا سب سے بڑا ذمہ دار امریکہ ہے۔

❹ ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۱ء کی شام سے لے کر آج تک افغانستان میں ایک لاکھ سے زائد مسلمان شہید ہوئے جب کہ عراق میں ۱۹۹۱ء سے لے کر آج تک امریکیوں کے جبر مسلسل کے نتیجے میں ۱۵ لاکھ سے زائد مسلمان شہید ہوئے جن میں ۱۰ لاکھ صرف وہ بچے ہیں جو اقتصادی ناکہ بندی، دودھ اور ادویہ پر پابندی کے باعث تڑپ تڑپ کر مر گئے۔

❺ مسلم ممالک کے ملحد حکمرانوں کا سب سے بڑا سرپرست امریکہ ہے۔ پوری دنیا میں جہاد کے ذریعے قائم ہونے والی شرعی حکومتوں کو گرانا امریکہ اپنا فرض اول سمجھتا ہے۔ صومالیہ اور افغانستان میں شرعی حکومتوں کو گرا کر صلیب زدگان کو پایہ تخت پر بٹھانا اس کی واضح مثالیں ہیں۔

❻ ۱۹۹۸ء میں امریکہ نے سوڈان اور افغانستان پر بحری و فضائی حملے کر کے پوری اسلامی دنیا کو لاکارا، اس سے پہلے لیبیا پر حملہ کیا، صومالیہ پر بار بار لشکر کشی کی، ہزاروں مسلمانوں کے قتل عام، اور عیسائیوں کو مسلط کرنے میں امریکہ براہ راست ملوث ہے۔

❼ سب سے بڑے اسلامی ملک انڈونیشیا میں نصرانیت کے فروغ اور مشرقی تیمور کی صلیبی ریاست کے قیام کا سہرا بھی امریکہ اور اس کے صلیبی حواریوں کے سر ہے۔

❽ امریکہ اپنے آلہ کاروں اور سفارت کاروں کے ذریعے اسلامی دنیا کے ہزاروں مجاہدین، علماء، تاجروں، سائنس دانوں کے اغواء اور قتل میں براہ راست ملوث ہے۔ اس کے علاوہ ہزاروں اشراف

اُمت آج بھی باگرام، گوانتانامو اور دنیا کے مختلف خفیہ عقوبت خانوں میں قید ہیں۔

❶ افغانستان میں ہزاروں افغانی، پاکستانی اور عرب مجاہدین کو کینیڈوں میں دم گھونٹ کر شہید کرنے اور باقی ماندہ کو دشتِ لیلیٰ میں زندہ درگور کر دینے کے سارے عمل کی سرپرستی امریکیوں نے کی۔

❷ ابوغریب جیل میں ہزاروں مسلم مردوزن کی بے حرمتی، شرمناک تشدد اور قیدیوں کے زندہ جسموں کو وحشی کتوں کے آگے بھنھوڑنے کے لئے چھوڑ دینے کا سہرا امریکیوں کے سر ہے۔

❸ امریکی قوم کا ناقابلِ معافی جرم اُمتِ توحید کے قلب، مسلمانوں کے مرکز، سرزمینِ مکہ و مدینہ میں اپنے ناپاک اڈوں کا قیام اور فوجوں کی تعیناتی ہے۔ خلیجِ عرب کے پانیوں، جزیرۃ العرب کی فضاؤں اور نجد و حجاز کی شاہراؤں پر آج غلیظ امریکی دندناتے پھر رہے ہیں۔ جزیرہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بے حیائی و بے دینی کو فروغ دیا جا رہا ہے، دعویٰ اور خلیجی ریاستوں کی اخلاقی حالتِ زار امریکی ایجنڈے کی ایک ہلکی سی جھلک ہے، کویت جو جزیرۃ العرب ہی میں واقع ایک چھوٹا سا ملک ہے، اس کے سولہ سو مربع میل پر قائم امریکی اڈا، اردگرد کی ساری مسلم دنیا کے بارے میں صلیبیوں کے عسکری عزائم کو آشکار کرنے کے لئے کافی ہے۔

❹ مسلم دنیا کو کیمیائی، ایٹمی اور جراثیمی ہتھیاروں سے محروم کرنے، ان کے سائنس دانوں کو اغواء اور قتل کرنے، اور ان کی تجربہ گاہوں کو تباہ کرنے کا سلسلہ امریکہ نے تا امروز جاری رکھا ہوا ہے۔

❺ پوری دنیا میں امریکہ کے سینکڑوں عسکری اڈے قائم ہیں اور تقریباً پانچ لاکھ کے قریب امریکی فوجی امریکہ سے باہر تعینات ہیں۔ ایک دفاعی رپورٹ کے مطابق دنیا کے ۱۳۰ ملکوں میں امریکہ کے ۷۰۲ اڈے ہیں۔ ان میں ۷۰ ۲۲۸ بیڑے، ہسپتال اور دفاتر قائم ہیں۔ ان کے علاوہ امریکی فوجیوں کے لئے ۲۸۲۲ کرائے کے مکان لئے گئے ہیں (بیسس سٹیکچر رپورٹ ۲۰۰۳ از امریکسی محکمہ دفاع)۔ سرد جنگ کے خاتمے کے بعد اس سب کچھ کا ہدف اسلام اور مسلمانوں کی تباہی کے سوا بھلا کیا ہے؟

یہ وہ سارے اسباب ہیں جنہوں نے مجاہدین کے اہل حل و عقد کو یکسو کیا کہ وہ سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر، دنیا کے ہر کونے میں امریکی مفادات کو نشانہ بنائیں۔ چنانچہ امریکی ریاست کی تباہی، پوری دنیا میں پھیلے ہوئے اس کے عسکری مفادات کو نشانہ بنانا، اس کے عسکری و سیاسی جبر کو سہارا دینے والی معاشی، اقتصادی عمارتوں کو زمین بوس کرنا، امریکی حکومت کو ٹیکس دینے والی، اور ریپبلکن و ڈیموکریٹک

حکمرانوں کو اپنی رائے سے سہارا دینے والی امریکی عوام کو مسلمانوں کا بانگ گزار بنانا عین مطلوب ہے۔ امریکی قوم ۳۰ لاکھ سے زائد مسلمانوں کی بالواسطہ یا بلاواسطہ قاتل ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو اللہ اور اس کے رسول کی دشمن امریکی قوم کو گیارہ ستمبر جیسی ایک نہیں ایک ہزار شخصیں دکھانا اور عدل کے عین موافق ہے۔ لہذا؛

جب تک دنیا بھر میں غلبہ اسلام کی راہ میں رکاوٹ اس اسلام دشمن قوم کی شوکت کو توڑ نہیں دیا جاتا، اس تہذیب کے آئینہ کفر، اس کے فکری و سیاسی نمائندوں، اس کی زبان بولنے والے نشریاتی اداروں، اس کو مضبوط کرنے والی ملٹی نیشنل کمپنیوں اور معاشی ڈھانچوں، اسے سہارا دینے والی این جی او، اس کی زبان بولنے والے 'دانش وروں' اور قلم فروشوں، اس کی تعلیمات پھیلانے والے تحقیقی اداروں اور اس کی پالیسیوں کو نافذ کرنے والے اکابر محرمین کو جب تک کہہ کرہ ارض کے ایک ایک کونے میں ہدف نہیں بنایا جاتا، دنیا کے کسی ایک خطے یا ملک میں غلبہ اسلام اور اس کی حفاظت ایک مشکل امر ہے۔

اسلام کا عالم گیر غلبہ، تہذیب کفر کی عالم گیر شکست کے بغیر ناممکن ہے۔ اور اس بارے میں، پوری دنیا میں امریکی (اور درجہ بہ درجہ دیگر صلیبی و صہیونی) اہداف اور ان کے چنیدہ نمائندوں کو نشانہ بنانے کا لائحہ عمل ایک عظیم الشان لائحہ عمل ہے۔ تنزانیہ، کینیا، جدہ کے سفارت خانوں سے لے کر، گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کے نیویارک اور واشنگٹن کے شہیدی حملوں، میڈیٹرڈ اور لندن کی تباہی سے لے کر یہودی جاسوس ڈینیل پرل کی گردن زدنی تک ساری کارروائیاں اسی عالمی تحریک جہاد کے سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ صومالیہ، الجزائر، شیشان، افغانستان، عراق، جزیرہ بحر و غیرہ میں جاری جہاد اسی عالمگیر مہم کا حصہ ہے۔ لیکن جب تک عالم اسلام کی ہرگلی میں ان صلیبی صہیونی غاصبوں کا ناطقہ بند نہیں کیا جاتا، تو اُس وقت تک نہ صرف افغانستان، کشمیر، عراق، فلسطین اور صومالیہ کے زخم رستے رہیں گے بلکہ فساد فی الارض میں ہر دن اضافہ ہوگا، ارتداد کی تحریکیں اور مضبوط ہوں گی، ہماری ہر مسجد لال مسجد بن جائے گی، ہمارے ہر عالم کا حشر عبدالرشید غازی اور حضرت نظام الدین شامزئی سا ہوگا، ہماری ہر بہن جامعہ حفصہ والیوں کی طرح، بالوں سے نونچ کر، پیروں سے گھسیٹی جائے گی، ہمارے ہر بچے اور بچی کے آئیڈیل کریم آغا خان اور عاصمہ جہانگیر بن جائیں گے۔

اگر کوئی مسلمان اس خام خیالی میں مبتلا ہے کہ امریکہ اور اس کے حواری بغیر جہاد اور دفاع کے، اس کے جان و ایمان کو یونہی پھلتا پھولتا چھوڑ دیں گے تو اسے اپنے ذہن سے یہ واہمہ ہرچ دینا چاہیے:

﴿إِنَّهُمْ إِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوكُمْ أَوْ يُعِيدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوا إِذًا



أَبَدًا ﴿٢٠﴾ (الكهف: ٢٠)

”اگر وہ تم پر دسترس پالیں تو تمہیں سنگسار کر دیں گے یا پھر اپنے مذہب میں داخل کر لیں گے، اور اُس وقت تم کبھی فلاح نہیں پاؤ گے۔“

جہاں پوری دنیا میں غاصب امریکی صلیبیوں اور ان کے حواریوں کو گھیرنا، پکڑنا، مارنا آج صلیبی جنگ کا فیصلہ چکانے کے لیے ناگزیر ہے، وہیں یہ بات بھی اتنی ہی اہم ہے کہ اس ذیل میں کی جانے والی کسی بھی کارروائی اور اس کے حدود و قیود کے متعلق علمائے جہاد سے فتویٰ لینا، مجاہدین کے اہل حل و عقد سے رہنمائی لینا اور جہاد کے مصالح و مفاسد کو پیش نظر رکھنا، ہر مجاہد اور ہر جہادی مجموعے کی شرعی ذمہ داری ہے۔

## میں اپنے شہر میں کس کس کو آج پُرسادوں

میں اپنے شہر میں کس کس کو آج پُرسادوں  
بلکتے بچوں کو پُرسادوں؟ جن کے گالوں پر  
برستے اٹنک لکیریں بنائے جاتے ہیں  
اور آنے والے مصائب کے بادلوں کی خبر  
ہر اہل دل کو مسلسل سُنائے جاتے ہیں

کہ اُن کو پُرسادوں؟ جن کے سہاگ اجاڑے گئے  
دلوں کے چین لٹے، زیست کے سہارے گئے  
لرزتے ہونٹوں سے نظریں پُرا کے چُپ ہو جاؤں  
جو پوچھتے ہیں کہ وہ کس خطا پہ مارے گئے؟

کہ اُن بزرگوں کو پُرسادوں؟ جن کو تھی امید  
اخیر عمر میں اولاد کام آئے گی!  
خبر نہیں تھی کہ کل جن کے ناز اُٹھائے تھے  
جنارے آج خمیدہ کمر اُٹھائے گی

کہ اُن گھرانوں کو پُرسادوں؟ جن کے باپ وفا  
جفا پرستی کے جھکڑنے بند کر ڈالے  
علم اخوت و الفت کے سرنگوں کر کے  
نفاق و جور کے جھنڈے بلند کر ڈالے

کہ اُن اداروں کو پُرسادوں جن کے پروردہ  
ابھی کچھ اور یہ دشمن کا کھیل کھیلیں گے  
پھر اس کے بعد ملامت زدہ مریں گے یہاں  
اور آخرت میں عذاب الیم جھیلیں گے

## کفار کے مقابلے میں مسلمانوں کی پست ہمتی، اور مرعوبیت کے اسباب

### اوران کا علاج

قاری عبد السامی

وَهَنُ، بزدلی، پست ہمتی اور کفر سے مرعوبیت جیسے امراض آج امت میں تیزی سے پھیل رہے اور مسلمانوں کے عمومی اخلاق اور رویوں میں ان کے مہلک اثرات صاف نظر آ رہے ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ مسلمان، جن کی نمایاں صفت شجاعت و جرأت تھی، آج اس قیمتی دولت سے محروم ہوتے جا رہے ہیں؟ ہماری یہ شجاعت ہم سے چھین جانے اور دلوں میں وَهْنُ گھس آنے میں چند بنیادی اسباب کار فرما ہیں، جن کا مختصراً جائزہ ان شاء اللہ آئندہ سطور میں لیا جائے گا:

### پہلا سبب؛ دلوں سے اللہ عز و جل کی قوت، قدرت اور عظمت کی معرفت نکل گئی

ہماری شجاعت ہم سے چھین جانے کا سب سے بنیادی سبب اللہ عز و جل کی قوت، قدرت اور عظمت کو نہ پہچاننا ہے۔ درحقیقت اس سارے مسئلے کی جڑ یہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴾ (الحج: ۷۴)

”انہوں نے اللہ کی ویسی قدر کی، ہی نہیں جیسا کہ کرنی چاہیے تھی۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ قوی اور غالب ہے۔“

ایک اور مقام پر یوں ارشاد ہے کہ:

﴿ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ

بِمِمينِهِ سُبْحٰنَهُ وَتَعٰلٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ (الزمر: ۶۷)

”انہوں نے اللہ کی ویسی قدر کی ہی نہیں جیسا کہ کرنی چاہیے تھی۔ اور قیامت کے دن تمام زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوں گے۔ پاک ہے وہ اور بلند و برتر ہے اس شرک سے جو یہ لوگ اس کے ساتھ کرتے ہیں۔“

جس رب کی عظمت و قوت قیامت کے دن یوں ظاہر ہوگی کہ زمین و آسمان اس کی مٹھی اور ہاتھ میں ہوں

گے، اگر دنیا میں بھی ہمیں اس کی معرفت صحیح معنوں میں حاصل ہو جائے اور اس کی عظمت حقیقتاً ہمارے دلوں میں اتر جائے تو ہمارے دُھن کا علاج خود بخود ہو جائے گا۔ یہ ممکن نہیں کہ ایک ہی قلب میں اللہ کے مکاحقہ خوف کے ساتھ اللہ کے دشمنوں کا خوف بھی جمع ہو جائے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہمارے اس ڈر کا علاج بار بار اپنی ذات سے ڈرا کر کیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَا تَقَاتِلُونَ قَوْمًا نَكَثُوا اٰیْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاٰخِرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ اَتَخَشَوْنَهُمْ فَاَللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ (التوبة: ۱۳)

”کیا تم ایسے لوگوں سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور پیغمبر کو جلا وطن کرنے کا عزم مصمم کر لیا اور خود انہوں نے ہی پہلے ہاتھیں چھیڑا؟ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ تو اللہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم واقعی مومن ہو۔“

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿ الْيَوْمَ يَنْسَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنَ ..... ﴾ (المائدة: ۳)

”آج کفار تمہارے دین سے ناامید ہو گئے ہیں، پس تم ان سے مت ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرتے رہنا.....“

نیز فرمایا کہ:

﴿ فَلَا تَخْشَوْا النَّاسَ وَاخْشَوْنَ وَلَا تَشْتَرُوا بِاٰیْتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ (المائدة: ۴۴)

”پس تم لوگوں سے مت ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرتے رہنا اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت مت لینا۔ اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔“

پھر ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے اس راز پر سے بھی پردہ اٹھا دیا کہ اہل ایمان کو کافروں سے ڈرا کر رکھنے کی ہم کا اصل سرغزہ کون ہے؟ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّمَا ذٰلِكُمْ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآئِهٖ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ (آل عمران: ۱۷۵)

”یہ تو دراصل شیطان ہے جو تمہیں اپنے ساتھیوں سے ڈراتا ہے، پس تم ان سے مت ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرتے رہنا اگر تم واقعی مومن ہو۔“

پس جو لوگ اپنے قول، فعل یا تحریر سے (امریکہ کو سپر پاور کہہ کر) مسلمانوں کو کافروں سے مرعوب کرنے

کی عالمی ابلاغیاتی مہم میں شعوراً یا لاشعوراً حصہ ڈال رہے ہیں وہ خود ہی غور کر لیں کہ وہ کس کے جھنڈے تلے کھڑے ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے زمین میں تمکین کا وعدہ بھی انہی لوگوں سے کر رکھا ہے جو تہا اللہ سے ڈرتے ہوں۔  
ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُوذُنَّ فِي مِلَّتِنَا فَأَوْحَى إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهَلِكَنَّ الظَّالِمِينَ ۝ وَ لَنُسَكِّنَنَّكُمْ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ذَلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَ خَافَ وَعِيدِ ﴾ (ابراہیم: ۱۳، ۱۴)

”اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ یا تو ہم تمہیں اپنے علاقے سے نکال دیں گے اور یا تم ہمارے دین میں واپس لوٹ آؤ، تو ان کے رب نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ان ظالموں کو ہی عارت کر دیں گے۔ اور ان کے بعد ہم خود تمہیں اس زمین میں بسائیں گے۔ یہ (بشارت) ان لوگوں کے لیے ہے جو میرے سامنے کھڑے ہونے کا ڈر رکھیں اور میری وعید سے خوفزدہ رہیں۔“

جب اللہ تعالیٰ پر ایمان انسان کے دل میں راسخ ہو جائے اور خوفِ الہی دل میں جڑ پکڑ لے تو انسان کی ہر بات سے ایمانی جرأت و شجاعت ٹپکنے لگتی ہے۔ قرآن ایسی ہی کچھ مثالیں ہمارے سامنے بطور نمونہ رکھتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس کوئی لشکر نہ تھے، کوئی مادی قوت بھی نہ تھی لیکن آپ اللہ پر توکل کرتے ہوئے اپنی قوم سے ایسی گفتگو فرماتے ہیں جس کا لفظ لفظ آپ کے قلب مبارک میں پیوست حبِ الہی اور خوفِ الہی پر دلالت کرتا ہے:

﴿ وَحَاجَّهُ قَوْمُهُ قَالَ اتَّخَذْتُنِي فِي اللَّهِ وَقَدْ هَدَانِ وَلَا أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ إِلَّا أَن يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ۝ وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ مَا لَمْ يَنْزَلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ ﴾ (الأنعام: ۸۰-۸۲)

”اور آپ کی قوم آپ سے جھگڑنے لگی۔ آپ نے فرمایا: کیا تم مجھ سے اللہ کے معاملے میں جھگڑتے ہو جب کہ وہ مجھے ہدایت دے چکا ہے۔ اور میں ان سے نہیں ڈرتا جنہیں تم نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا ہے، ہاں لیکن اگر میرا پروردگار ہی کوئی امر چاہے۔ میرا پروردگار ہر چیز کو اپنے علم سے گھیرے ہوئے

ہے۔ کیا تم سوچتے نہیں؟ اور میں ان سے کیسے ڈروں جنہیں تم نے شریک ٹھہرایا ہے حالانکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کے ساتھ ایسوں کو شریک ٹھہرایا ہے جن کی اللہ نے تم پر کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ سو ان دونوں گروہوں میں سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے، اگر تم جانتے ہو؟ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک سے آلودہ نہ کیا، انہی کے لیے امن ہے اور وہی راہ ہدایت پر ہیں۔“

ایک اور موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام مشرکین کو یہ دھمکی دیتے ہیں کہ:

﴿ وَ تَاللّٰهِ لَآ كَيْدَنَ۟ۤا۟ اَصْنٰمٰكُمۡۙ بَعْدَ۟ اَنْۢ تَوَلُّو۟ۤا مُدْبِرِي۟نَۙ ۝۷۷﴾ (الانبیاء: ۷۷)

”اور اللہ کی قسم! میں ضرور تمہارے ان بتوں کی گت بناؤں گا جب تم چلے جاؤ گے۔“

پھر آپ عملاً بھی ان کے بت توڑ ڈالتے ہیں:

﴿ فَجَعَلْنٰهُمۡۙ حُجْدًاۙ اِلَّا كَبِي۟رًاۙ لَّهٖمۡۙ لَعَلَّہُمْۙ اِلَيْہِۙ يَرْجِعُو۟نَۙ ۝۷۸﴾ (الانبیاء: ۷۸)

”پھر آپ نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر بھی ڈالے ان کے بڑے (بت) کے تاکہ وہ اسی کی طرف

رجوع کریں۔“

پھر جب آپ کو اس ”جرم“ کی پاداش میں قوم کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو آپ وہاں بھی ایسی ہی بے خوفی سے حق بات کہہ ڈالتے ہیں:

﴿ قَالَۙ اَتَعْبُدُو۟نَ مِنْ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمۡۙ شَيْۡئًاۙ وَّ لَا يَضُرُّكُمۡۙ ؕ اَفِ لَكُمْۙ وَاِلٰہٰ۟ۤا۟ تَعْبُدُو۟نَ

مِنْ دُوۡنِ اللّٰهِۙ اَفَلَا تَعْقِلُو۟نَۙ ۝۶۶﴾ (الانبیاء: ۶۶، ۶۷)

”آپ نے کہا: تو کیا تم اللہ کے سوا ایسوں کو پوجتے ہو جو تمہیں نہ کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ کوئی نقصان؟

تو تم ہے تم پر بھی اور ان پر بھی جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔ کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے؟“

اسی طرح قرآن ہمارے سامنے ان جادوگروں کا قصہ بیان کرتا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر حق پہچان گئے اور فرعون کی موجودگی کی پروا کیے بغیر بلاتا خیر اپنے ایمان کا اظہار کر ڈالا۔ ان جادوگروں نے کوئی لمبی چوڑی دینی تربیت نہیں لی تھی، نہ ہی کسی نے انہیں عزیمت و رخصت کے فرق سمجھائے تھے..... یہ تو بس ”ایمان“ تھا جو ان کے دلوں میں اتر اسی تھا کہ ان کی زبان و عمل سے ایسی ایمانی جرأت کا اظہار شروع ہو گیا جس کا تصور کرنا بھی شاید ہمارے لیے آج مشکل ہے۔

﴿ فَالْقٰیۙ السَّحٰرَۃُۙ سَجَدَا۟ۙ قَالُوۡۤا اٰمَنَّاۙ بِرَبِّۙ هٰرُوۡنَۙ وَ مُوسٰیؑ ؕ قَالَۙ اٰمَنْتُمْۙ لَہٗۙ قَبْلَۙ اَنْۢ اٰذِنَۙ

لَکُمْۙ اِنَّہٗ لَکَبِيۡرُۙ کُمْۙ الَّذِیۙ عَلَّمَکُمۙ السَّحَرَۙ فَلَاۙ قُطْعٰنَۙ اَیۡدِیۙکُمْۙ وَ اَرۡجُلُکُمْۙ مِّنۡۢ خِلَافٍۙ وَ

لَا وَصَلَيْنَاكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ وَ لَتَعْلَمَنَّ إِنَّا أَشَدُّ عَذَابًا وَ أَبْقَى ۝ قَالُوا لَنْ نُؤْتِرَكَ عَلَىٰ مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيْتِ وَ الَّذِي فَطَرَنَا فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ إِنَّمَا تَقْضِي هَذِهِ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝ إِنَّا أَمْنَا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطِيئَاتِنَا وَ مَا أَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ وَ اللَّهُ خَيْرٌ وَ أَبْقَى ۝ ﴿طه: ٤٠-٤٣﴾

”پس تمام جادوگر سجدے میں گر گئے اور بولے کہ ہم ایمان لاتے ہیں بارون و موسیٰ (علیہما السلام) کے رب پر۔ فرعون بولا کہ تم اس پر ایمان لے آئے اس سے قبل کہ میں تمہیں اجازت دیتا! یقیناً یہی تمہارا وہ بڑا ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا ہے۔ سن لو! میں تمہارے ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کٹوا کر تم سب کو کھجور کے تنوں پر سولی چڑھا دوں گا۔ اس وقت تمہیں پوری طرح معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور دردناک ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ناممکن ہے کہ ہم تجھے ترجیح دیں ان دلیلوں پر جو ہمارے سامنے آچکی ہیں اور اس اللہ پر جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ پس تو نے جو کچھ کرنا ہے کر گزر، تو فقط اسی دنیا کی زندگی ہی میں کچھ کر سکتا ہے۔ ہم اس امید سے اپنے پروردگار پر ایمان لائے ہیں کہ وہ ہماری خطائیں معاف کر دے گا اور اسے بھی (معاف کر دے گا) جو تو نے ہم سے زبردستی جادو کرایا۔ اور اللہ ہی بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔“

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی اپنی قوم سے گفتگو قرآن میں نقل کی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ بھی مٹھی بھر اہل ایمان تھے، اتنے کہ جو بس ایک کشتی میں پورے آجائیں۔ لیکن آپ اس قلتِ تعداد کی پروا کیے بغیر جس بے خوفی سے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر انہیں لاکارتے ہیں وہ بلاشبہ حیرت انگیز ہے:

﴿وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِي وَ تَذَكِيرِي بِآيَاتِ اللَّهِ فَعَلَى اللَّهِ فَاعْلَمُوا أَنِّي كُنْتُ عَلَيْكُمْ غَمَةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَ لَا تُنظِرُونِ﴾ (یونس: ١٠١)

”اور آپ ان کو نوح کا قصہ پڑھ کر سنائیے، جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! اگر تم کو میرا تمہارے درمیان رہنا اور احکام الہی کی نصیحت کرنا بھاری معلوم ہوتا ہے تو میں تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھتا ہوں۔ پس تم اپنی تدبیر پختہ کر لو اور اپنے شرکاء کو بھی جمع کر لو، پھر تمہیں اپنے کام میں کوئی شبہ بھی نہ رہے، پھر میرے ساتھ کر گزرو (جو تم نے کرنا ہے) اور مجھے ذرا سی بھی مہلت نہ دو۔“

اسی طرح حضرت ہود علیہ السلام کی گفتگو بھی قرآن ہمارے سامنے رکھتا ہے:

﴿ قَالَ إِنِّي أَشْهَدُ اللَّهَ وَ أَشْهَدُوْا أَنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ ۝ مِنْ دُونِهِ فَكَيْدُونِي جَمِيعًا  
ثُمَّ لَا تَنْظُرُونَ ۝ إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَ رَبِّكُمْ مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ  
رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴾ (ہود: ۵۴-۵۶)

”آپ بولے کہ میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہنا کہ میں اللہ کے سوا ان سب سے بری ہوں  
جنہیں تم اس کا شریک بناتے ہو۔ پس تم سب مل کر میرے خلاف جو تدبیر کرنا چاہو کرو اور مجھے ذرا  
مہلت نہ دو۔ میرا بھروسہ تو صرف اللہ پر ہے جو میرا اور تم سب کا پروردگار ہے۔ جتنے بھی (زمین پر) چلنے  
پھرنے والے ہیں ان سب کی چوٹی وہی تھا ہے ہوئے ہے۔ بلاشبہ میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔“

اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ اپنی قوم سے یونہی مخاطب ہونے کا حکم دیتے ہیں:

﴿..... قُلْ اذْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنظِرُونَ ۝ إِنَّ وَلِيَّ اللَّهِ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَ  
هُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ۝ وَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ نَصْرَكُمْ وَ لَا أَنْفُسَهُمْ  
يَنْصُرُونَ ﴾ (الأعراف: ۱۹۵ - ۱۹۷)

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجیے کہ تم اپنے سب شرکاء کو بلا لو، پھر مجھے ضرر پہنچانے کی تدبیر کرو اور مجھے ذرا  
مہلت نہ دو۔ یقیناً میرا مددگار اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی اور وہ صالحین کی مدد فرماتا  
ہے۔ اور تم اللہ کو چھوڑ کر جن لوگوں کی عبادت کرتے ہو وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتے اور نہ ہی وہ خود اپنی مدد  
کر سکتے ہیں۔“

الغرض جب سینے میں ایمان یوں جم جائے اور غیر اللہ کا خوف دل سے نکل جائے تو پھر ایک مومن بے  
سروسامان ہوتے ہوئے بھی بڑے بڑے لشکروں سے زیادہ قوی، اور عظیم الشان سلطنتوں سے زیادہ طاقت ور  
ہو جاتا ہے۔ نتیجتاً، مومن کی بے سروسامانی کے باوجود کافر اپنے مضبوط قلعوں اور اپنے حامیوں کے مجموعوں میں  
بیٹھ کر بھی اس سے ڈرنے لگتا ہے۔ قرآن اس ایمانی رعب کی مثالیں ہمارے سامنے رکھتا ہے:

﴿ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِي أَقْتُلْ مُوسَىٰ وَ لْيَدْعُ رَبَّهُ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَنْ يُظْهِرَ  
فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ ﴾ (مؤمن: ۲۶)

”اور فرعون بولا کہ مجھے چھوڑو کہ میں موسیٰ کو قتل کر ڈالوں اور وہ بلا لے اپنے پروردگار کو۔ میں تو ڈرتا ہوں  
کہ کہیں وہ تمہارا دین نہ بدل ڈالے یا زمین میں کوئی بہت بڑا فساد نہ برپا کر دے۔“



﴿ قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هَذَا لَسِحْرٌ عَلِيمٌ ۝ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ  
فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ﴾ (الأعراف: ۱۰۹، ۱۱۰)

”قوم فرعون میں جو سردار تھے وہ کہنے لگے کہ یہ واقعی بڑا ماہر جادوگر ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں تمہاری  
زمین سے نکال باہر کرے، پس تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو؟“

ان آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ٹھیک ٹھیک ایمان لانے اور اس کی توحید اور عظمت کی  
معرفت کو دل میں بٹھانے کے نتیجے میں مومن شجاع اور جری ہو جاتا ہے، اور کافراں سے ڈرنے اور خوف  
کھانے لگتے ہیں۔

آج ہماری بزدلی سمیت تمام دیگر مسائل قلب و بدن، اور مسائل دین و دنیا کی اصل جڑ یہی ہے کہ ہم  
نے اللہ تعالیٰ کی قدر ویسی نہ کی جیسا کہ اس کا حق بنتا تھا۔ آج بھی اگر ہمیں یہ یقین حاصل ہو جائے کہ اللہ ہر  
چیز پر قادر ہے، فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ ہے اور اس کی قوتِ قاہرہ کے سامنے امریکہ و چین، برطانیہ و فرانس، بلکہ کل  
عالم کفر کی مجموعی طاقت مچھر کے پر کے برابر حیثیت بھی نہیں رکھتی، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو یہ برق رفتار جنگی  
طیارے، یہ ہزاروں ٹن وزنی بحری بیڑے، یہ خلا میں گردش کرتے مواصلاتی سیارے، یہ ایٹم بموں کے ڈھیر،  
یہ ”ڈیزلی کٹر“ اور ”ٹام ہاک میزائل“، یہ منظم افواج، یہ بڑی بڑی پر شکوہ سلطنتیں، یہ سب لمحہ بھر بھی اس کے  
ایک قول ”گن“ کے سامنے نہ ٹک سکیں،..... تو بلاشبہ ایسے ہی ایمان پر اللہ کی نصرتوں کے وعدے ہیں اور آج  
بھی اللہ اپنی وہ سنت دہرا سکتے ہیں جس کا تذکرہ قوم موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے قرآن میں آتا ہے کہ:

﴿ وَ يُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتَضَعَفُوا فِي الْأَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَ نَجْعَلَهُمُ  
الْوَارِثِينَ ۝ وَ نُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَ نُرِي فِرْعَوْنَ وَ هَامَانَ وَ جُنُودَهُمَا مِنْهُم مَّا كَانُوا  
يَحَدَّرُونَ ﴾ (القصص: ۲۵، ۲۶)

”اور ہم چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر احسان فرمائیں جنہیں زمین میں بے حد کمزور کر دیا گیا اور انہی کو امام  
بنادیں اور انہی کو زمین کا وارث کر دیں۔ اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو ان (کمزوروں) کے  
ہاتھوں وہ کچھ دکھادیں جس سے وہ ڈرتے ہیں۔“

دوسرا سبب؛ ہم نظام کفر کو ناقابل شکست سمجھ بیٹھے

کفار اور ان کے آلہء کار صحافی، ادیب اور مصنفین اپنے نشریاتی ادارے، اخبارات و رسائل اور تمام

ترذرائع ابلاغ استعمال کرتے ہوئے یہ ایک نقطہ ہمارے ذہنوں میں راسخ کرنا چاہتے ہیں کہ:

”ہم بہت طاقت ور اور ناقابل شکست ہیں لہذا ہم سے ٹکر لینے کا سوچنا بھی مت۔“

اسی ایک نقطے کو ذہنوں میں بٹھانے کے لئے طرح طرح کی فلمیں بنائی جاتی ہیں، کتابیں تصنیف کی جاتی ہیں اور اخبارات و رسائل میں تبصرے و تجزیے اور ڈرامائی خبریں چھاپی جاتی ہیں۔ کفر کی تبلیغ ہر سمت سے مسلسل جاری رہتی ہے یہاں تک کہ یہ بات ہمارے شعور و لاشعور میں یوں نقش ہو جاتی ہے کہ ہمارے ہر عمل میں کفر سے مرعوبیت جھلکنے لگتی ہے اور بالآخر ہم بھی لشکرِ طاووت کی طرح بول اٹھتے ہیں کہ ”لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ“۔

کفر کی پینشریاتی و نفسیاتی جنگ مسلح جنگ سے زیادہ خطرناک ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس جنگ میں شکست کھانے والے لوگ سرے سے میدان میں آتے ہی نہیں کہ کفر کے لئے کسی تکلیف کا باعث بنیں۔ میدان میں اترنے سے پہلے ہی مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو کفر، اپنے سے خوفزدہ اور مرعوب کر کے مقابلے سے بھگا دیتا ہے۔ پیچھے چند سرفروش دیوانے اور ان کی نصرت و تائید کرنے والے مومنین صادقین ہی باقی بچ جاتے ہیں جو اپنی ایمانی بصیرت سے کفر کی حقیقت کو پہچانتے ہیں اور اپنے جان و مال قربان کر کے ان جھوٹے خداؤں کا ضعف دنیا والوں پر آشکارا کرتے ہیں اور عصر حاضر کے ان بتوں کو پاش پاش کرتے ہیں۔

کفار کا وہ ”نظام“ جس کے بہت سے دلدادہ ہمیں اپنے معاشروں میں مل جاتے ہیں، اس کی قلعی تو گیارہ ستمبر کو نیویارک اور واشنگٹن پر حملہ کرنے والے انیس شہیدی جوانوں نے ہی کھول کر رکھ دی۔ امریکہ کی ساری حفاظتی تدابیر، حساس ادارے، فوجی قوت، جدید ترین ”ٹیکنالوجی“..... کچھ بھی اس کے کام نہ آئی اور اسی کی سرزمین پر موجود ۱۹ مومن نوجوان اسی کے ہوائی اڈوں سے جہازوں میں سوار ہوئے اور اسی کے چار جہاز انہیں لے کر کے اس کی جھوٹی شوکت کی علامتیں پاش پاش کر ڈالیں۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو لندن اور میڈرڈ پر بھی ایسے ہی حملوں کی توفیق دی اور اس کے بعد بھی کچھ کچھ قنفوس سے ایسے حملوں کا سلسلہ جاری ہے۔ بلاشبہ ان شہداء نے اپنے لہو سے ان سب لوگوں پر حجت تمام کر دی ہے جو کفار کی ابلاغیاتی مہم سے مرعوب ہو کر گھروں پر بیٹھ گئے ہیں۔ لیکن افسوس! کہ ابھی بھی مسلمانوں میں ایسے مرعوب اذہان موجود ہیں جو گیارہ ستمبر کے مبارک حملوں سے سبق حاصل کر کے، اپنے مہمل تصورات اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کے بجائے، گیارہ ستمبر کے چھ سال بعد بھی یہ معرئیں حل کر پائے کہ: ”یہ حملے اس نے کئے ہیں؟“..... کیونکہ ان کے بقول: ”امریکہ کو اس کی اپنی سرزمین پر، اس انداز سے مارنا تو مسلمانوں کے بس کی بات ہی نہیں۔“

اس مرعوبیت کا علاج اسی طور ممکن ہے کہ:

اولاً؛ کفار کی دی ہوئی خبروں پر اعتماد نہ کیا جائے

کفار کی دی ہوئی خبروں پر اعتماد نہ کیا جائے، اور ان کی اس باطل تبلیغ سے متاثر نہ ہوا جائے۔ بالخصوص وہ اپنی طاقت و قوت، اپنی عسکری کامیابیوں اور مجاہدین کی ناکامیوں کے حوالے سے جو خبریں دیتے ہیں انہیں قطعاً قابل توجہ نہ سمجھا جائے، نہ ہی ان خبروں کو آگے نقل کیا جائے۔ اس مسئلے میں شریعت کے احکامات بڑے واضح ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا.....﴾ (الحجرات: ۶)

”اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق (بے اعتبار شخص) کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لو۔۔۔“

اگر شریعتِ مطہرہ کسی فاسق کی خبر پر اعتماد کرنے کی اجازت نہیں دیتی تو مسلمانوں سے برسرِ جنگ کفار و مشرکین کی دی ہوئی خبروں پر اندھے اعتماد کی اجازت بھلا کیسے ہو سکتی ہے؟ بالخصوص جب یہ بات بھی ہر خاص و عام پر عیاں ہو کہ عالمی ذرائعِ ابلاغ پر اصل قبضہ ہمارے ازلی وابدی دشمنوں یہود و نصاریٰ کا ہے، تو بھلا ایسے میں کسی انسان کی عقل یہ تسلیم کر سکتی ہے کہ ہمیں ان کی خبروں پر کان دھرنے چاہئیں؟ اور یہ امر تو اور بھی زیادہ خطرناک ہے کہ ان خبروں کو یوں آگے نقل کیا جائے گویا یہ یہود و نصاریٰ یا ان کے چیلوں کی دی ہوئی اطلاعات نہیں، بلکہ مصدقہ حقیقتیں ہیں۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ایک باب باندھا ہے جس کا عنوان ہے:

”النہی عن الحدیث بکل ما سمع“

”اس بات کی ممانعت کا بیان کہ انسان جو کچھ بھی سنے اسے آگے نقل کر ڈالے۔“

اس باب کے ذیل میں آپؐ یہ حدیث نقل کرتے ہیں:

”كُفِّي بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ“

”کسی شخص کے جھوٹ ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ وہ جو بات بھی سنے اسے آگے نقل کرنا شروع

کر دے۔“

پس ہم پر لازم ہے کہ نہ تو ہم ان خبروں پر اعتماد کریں، نہ ہی انہیں آگے نقل کر کے مسلمانوں میں کم ہمتی، انتشار اور فتنہ پھیلانے کا باعث بنیں۔

ثانیاً؛ کفار کے ذرائع ابلاغ سے نشر ہونے والے تبصروں و تجزیوں کو سنا تک نہ جائے عامۃ المسلمین کے لئے یہ بات بھی اہم ہے کہ کفار کے ذرائع ابلاغ سے نشر ہونے والے تبصروں و تجزیوں کو سنا تک نہ جائے۔ اور اس بے مقصد کام میں لگ کر اپنے وقت کو برباد نہ کیا جائے، نہ ہی اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالا جائے۔ الایہ کہ کوئی راسخ العقیدہ اور احکام شریعت سے بخوبی واقف شخص کفار کی چالوں کا توڑ کرنے کے لیے اور ان کی سازشوں پر نگاہ رکھنے کے لیے شریعت کے مقرر کردہ دائروں میں رہتے ہوئے ایسا مواد پڑھے، سنے یا دیکھے یا مجاہدین کے حل و عقد یہ کام کریں۔ لیکن جہاں تک عامۃ المسلمین کا تعلق ہے، یا شریعت کے احکامات اور اسلامی عقائد سے بے خبر لوگوں کا (خواہ وہ دنیاوی علوم و فنون میں بڑی بڑی اسناد کے حامل ہی کیوں نہ ہوں) تو ایسے لوگوں کو محض معلومات میں اضافے یا تفریح طبع کے لیے:

الف) بی بی سی ریڈیو اور بی بی سی ٹی وی، سی این این، وائس آف امریکا، نوکس نیوز اور دیگر عالمی کفری ابلاغیاتی اداروں کی نشریات دیکھنے و سننے سے کامل اجتناب کرنا چاہئے۔ ان اداروں کی نشریات سننے، دیکھنے پڑھنے میں اگر کچھ فوائد ہیں تو اس سے بدرجہا زیادہ نقصانات بھی ہیں، مثلاً؛ بد نظری (غضب بصر کی خلاف ورزی)، حرمت موسیقی کی پامالی، اخلاقی بگاڑ اور سب سے بڑھ کر کفار کے جھوٹے پروپیگنڈے کا شکار ہونا۔

مشہور متفق علیہ فقہی قاعدہ ہے کہ:

”درء المفسدة أولى من جلب المصلحة“

”(کسی کام میں موجود خرابی سے بچنا (اس میں پائے جانے والے) فائدے کو پانے سے زیادہ اولیٰ اور اہم ہے۔“

(رد المختار: باب إدراك الفريضة، الجزء الخامس / الدر المختار شرح تنوير

الأبصار: باب إدراك الفريضة، الجزء الثاني)

یعنی اگر کوئی کام کرنے میں فائدہ بھی موجود ہو اور خرابی بھی، تو فائدہ پانے کے لیے خرابی کو برداشت نہیں

کیا جائے گا، بلکہ خرابی سے بچنے کی خاطر فائدے کو بھی چھوڑ دیا جائے گا۔ پس شرعاً ایسے کام کو چھوڑ دینا لازم ہے جس کے فوائد کے ساتھ اس کے مفاسد بھی موجود ہوں، اور جس میں الاحمالہ اللہ کی مقرر کردہ متعدد حدود و ٹوٹتی ہوں۔

اس ابلاغیاتی مہم سے اپنا دامن بچانے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود و نصاریٰ سے باتیں معلوم کرنے سے صراحتاً منع فرمایا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس عنوان سے ایک مستقل باب باندھا ہے کہ:

”باب: قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تسألوا أهل الكتاب عن شيء“  
 ”باب اس بیان میں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل کتاب سے کسی بات کے بارے میں مت پوچھو۔“

اور اسی باب کی ایک حدیث ہمیں یہ عمومی قاعدہ بھی دیتی ہے کہ:

”لا تصدقوا أهل الكتاب ولا تکذبوہم.....“

”اہل کتاب کی باتوں کی نہ تو تصدیق کرو اور نہ ہی تکذیب.....“

اور ان کی باتوں پر عدم اعتماد کے اسباب بھی اسی حدیث کی کچھ دیگر روایات سے واضح ہو جاتے ہیں کہ:

”..... فإنہم لن یهدو کم و قد ضلوا.....“

”..... کیونکہ وہ ہرگز تمہاری رہنمائی نہیں کر سکتے جب کہ وہ خود گمراہ ہو چکے ہیں.....“ (تفسیر ابن

کثیر: سورۃ آل عمران، آیت ۸۱. بیہقی: باب لا تسمع دلالة المشرك إذا كان

أعمى أو غیر بصیر بالقبلة)

اسی طرح ایک اور روایت میں حضرت عبداللہ بن عباس کا یہ قول وارد ہوا ہے کہ:

”..... وقد أخبرکم اللہ عن أهل الكتاب أنهم کتبوا بأیدیہم کتبا ثم قالوا هذا من

عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قليلا فبدلوها و حرفوها عن مواضعها.....“

(مصنف عبدالرزاق: باب مسئلة أهل الكتاب)

”..... (تم اہل کتاب سے کیونکر باتیں پوچھتے ہو) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اہل کتاب کے

بارے میں یہ بتا دیا ہے کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے کتابیں لکھیں اور پھر کہنے لگے کہ یہ اللہ کی

طرف سے ہیں تاکہ اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت وصول کر سکیں، پھر انہوں نے ان کتابوں کو بھی بدل ڈالا اور ان کے الفاظ کو ان کے اصل مفہوم سے پھیر دیا.....“

بلاشبہ ان روایات کا اصل موضوع تو دینی امور میں اہل کتاب کی باتوں پر اعتماد کرنے کی ممانعت بیان کرنا ہے، لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ جو لوگ دینی معاملات میں صریح جھوٹ بولنے سے نہیں چوتے اور خود کتابیں تصنیف کر کے انہیں اللہ کی طرف منسوب کرنے کی جرأت تک کر ڈالتے ہیں، تو کیا دیگر معاملات میں ان کی بات پر اعتبار کرنا ممکن ہے؟

ایک اور روایت میں یہ سب بھی بتلایا گیا ہے کہ:

”.....إما أن تصدقوا بباطل أو تكذبوا بحق.....“

”.....(کیونکہ اگر تم ان کی باتیں سنتے رہے تو) یا تو تم کسی باطل بات کی تصدیق کر بیٹھو گے یا کسی حق بات کا انکار کر بیٹھو گے.....“ (مسند احمد: مسند جابر بن عبد اللہ)

یعنی اہل کتاب جھوٹ سچ کو یوں خلط ملط کر کے بولتے ہیں کہ ان کی باتوں میں سے حق اور باطل کو چھانٹ کر علیحدہ کرنا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔ اہل کتاب کی یہ مکروہ صفت آج بھی نہ صرف برقرار ہے، بلکہ عروج پر ہے۔ ان کے نشریاتی ادارے مسلمانوں کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے بہت سی (نسبتاً بے ضرر) خبریں ٹھیک ٹھیک پیش کر دیتے ہیں، اور جب مسلمان ان کی ہر خبر کو سچا جاننے لگتے ہیں تو وہ کسی انتہائی نازک موقع پر، کسی انتہائی اہم خبر کو یا تو چھپا دیتے ہیں، یا یوں مسخ کر کے پیش کرتے ہیں کہ امت ایک عرصے تک اس جھوٹی خبر سے پھیلنے والے منفی اثرات و نقصانات کی تلافی نہیں کر پاتی۔

افغانستان و عراق کی حالیہ جنگوں میں مجاہدین کو بار بار ایسے تلخ تجربات ہو چکے ہیں جب مشہور عالمی نشریاتی اداروں نے فیصلہ کن مواقع پر جنگ کی صورت حال کے حوالے سے جھوٹی خبریں نشر کر کے مجاہدین کی صفوں میں انتشار پھیلایا، ان کی نصرت کرنے والوں کے حوصلے توڑ دیئے اور امت سے جنگ کے اہم حقائق پوشیدہ رکھے۔

پس ان عالمی لٹری ذرائع ابلاغ سے نشر ہونے والے تبصروں اور تجزیوں کو پڑھنا، سننا اور دیکھنا خطرے سے خالی نہیں کیونکہ ان کافروں کی باتوں میں سے سچ بات چھانٹ نکالنا بہت ہی مشکل کام ہے اور یہ سب کچھ سننے، پڑھنے یا دیکھنے سے امت کو فائدہ کی نسبت نقصانات کہیں زیادہ ہو رہے ہیں۔ امت کی مصلحت اسی میں ہے کہ فتنوں کے ان دروازوں کو بالکل بند رکھا جائے۔

یہ تو مصالح و مفاسد کے پہلو سے اس مسئلے کے ایک رخ کا جائزہ ہے۔ جہاں تک مکمل حکم شریعت کا تعلق ہے، جو کہ کسی بھی معاملے میں ہمارے رویے کی اصل بنیاد ہوتی ہے، تو ٹی وی دیکھنے، ریڈیو سننے اور اخبارات پڑھنے کے حوالے سے علماء کے تفصیلی فتاویٰ موجود ہیں جن کا مطالعہ کر کے، یا علماء سے براہ راست رجوع کر کے ان امور کا شرعی حکم اور ان کی شرعی حدود و قیود معلوم کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

ب) مختلف مقامی نشریاتی اداروں کے شر سے بچنا بھی ہمارے لیے ناگزیر ہے، مثلاً: سرکاری نشریاتی ادارہ پی ٹی وی (جو ہمیشہ طاغوتی حکمرانوں کا پڑھایا ہوا سرکاری سبق ہی سناتا ہے)، اور اسی طرح غیر سرکاری ادارے، مثلاً: اے۔ آر۔ وائے، آج ٹی وی اور بالخصوص جیو ٹی وی (جو پاکستان میں بے دینی، بے حیائی، الحاد اور فکری ارتداد کی راہیں ہموار کرنے کے منظم منصوبے کے تحت کام کر رہا ہے)..... ان سب کی نشریات دیکھنے اور ان کی خبروں اور تبصروں کو سننے سے مکمل اجتناب ضروری ہے۔ ایک عام مسلمان کے ذہن میں اپنے دین، بالخصوص جہاد و مجاہدین کے حوالے سے اٹھنے والے نجانے کتنے ہی سوالات اور شبہات ایسے ہیں جن کے ماخذ کا کھوج لگایا جائے تو کڑیاں جا کر انہیں نشریاتی اداروں سے ملتی ہیں، واللہ المستعان!

ج) اخبارات ایک عام فرد کی ذہن سازی میں اساسی کردار ادا کرتے ہیں اور عام لوگوں کے لیے تازہ ترین حالات جاننے کا سب سے بڑا ذریعہ بھی یہی ہوتے ہیں۔ اسی لیے اخبار بینی میں جہاں دیگر شرعی حدود کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے وہاں بالخصوص ایسے اخبارات سے خبردار رہنا اور دوسروں کو خبردار کرنا بھی ضروری ہے جو بے دینی و الحاد کے علم بردار ہیں اور پاکستان میں کفر کے عالمی ایجنڈوں کی تکمیل کا ذریعہ بن رہے ہیں، مثلاً جنگ، دی نیوز، ایکسپریس، ڈیلی ٹائمز اور ڈان وغیرہ۔ جب کہ دیگر کئی اخبارات بھی اپنے مالکان کے دین و ذوق کے زیر اثر خیر و شر کو خلط ملط کرتے رہتے ہیں۔

ثالثاً؛ مجاہدین کے ذرائع پر اعتماد کرتے ہوئے حقائق کی روشنی میں کفار کی قوت و کمزوریوں کو پہچانا جائے۔

جن لوگوں نے میدان میں اتر کر عصر حاضر کے طاغوتوں کو لاکارا ہے، کفر کے لشکروں سے ٹکری ہے اور ان کی جھوٹی شوکت و ہیبت کو توڑ کر امت کو مایوسی کے اندھیروں اور غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرایا ہے

.....جنہوں نے امریکہ اور اس کے اتحادیوں سے نیچے آزمائی کر کے ان کے ”سپر طاقت“ ہونے کے جھوٹے دعووں کی قلعی ساری دنیا کے سامنے کھول کر رکھ دی ہے..... وہی اس لائق ہیں کہ کفار کی قوت و کمزوریوں کے حوالے سے ان کی باتوں پر اعتماد کیا جائے، جو خبریں وہ دیں انہیں سچا مانا جائے، بجائے اس کے کہ اس بارے میں ایسے لوگوں کی بات پر اعتماد کیا جائے جو میدانِ عمل سے کوسوں دور کسی جمہوری اکھاڑے میں کھڑے ہو کر یا اپنے آرام دہ صوفوں پر بیٹھ کر کفار ہی کی دی ہوئی خبروں کی روشنی میں تبصرے و تجزیے کر کے امت کی غلط رہنمائی کر رہے ہیں۔

شریعت ہمیں یہ تعلیم دیتی ہے کہ کسی بھی معاملے میں فتویٰ دینے کے لیے ایک عالم کے پاس دو چیزوں کا علم ہونا ضروری ہے:

علم شرعی، یعنی اس مسئلے سے متعلق شرعی احکام کا علم

علم واقع، یعنی خود اس مسئلے (کی حقیقت کا ادراک اور اس) کا علم

اسی لیے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علمائے سلف نے فرمایا ہے کہ جہاد کے معاملے میں اسی عالم سے رہنمائی لینی چاہیے ہے جو خود میدانِ جہاد میں موجود ہو، کیونکہ میدان سے دور بیٹھا شخص علم واقع نہ ہونے کی وجہ سے کبھی بھی مجاہدین و عوام کو ٹھیک رہنمائی نہیں دے سکتا، چاہے وہ کتنے ہی اخلاص سے رائے کیوں نہ دے رہا ہو۔ پس ضرورت اس امر کی ہے کہ جہاد سے متعلق معاملات میں اور بالخصوص کفار کی قوت یا کمزوری کا درست اندازہ لگانے میں مجاہدین کے اہل حل و عقد اور میدانِ جہاد میں موجود علماء کی آراء پر اعتماد کیا جائے اور کسی بھی معاملے میں ذرائع ابلاغ کی نشر کردہ خبروں پر فوری اعتماد کر لینے کے بجائے اس بات کا انتظار کیا جائے کہ مجاہدین کی جانب سے کیا حقائق سامنے آتے ہیں۔ یقیناً کوئی مومن اس معاملے میں دورائے نہیں رکھ سکتا کہ اگر ایک طرف یہود و نصاریٰ اور ان کے کٹھ پتلیوں کی دی ہوئی خبر ہو اور دوسری طرف کفر کے سامنے ڈٹے ہوئے مہاجرین و مجاہدین یا ان کے انصار کی دی ہوئی اطلاع، تو اسے کس پر اعتماد کرنا چاہیے؟

تیسرا سبب؛ ایک عظیم سنتِ الہی (کَم مِّن فِتْنَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِتْنَةٌ كَثِيرَةٌ بِإِذْنِ اللَّهِ)

سے ناواقفیت

یہ بات تاریخ کے ایک ادنیٰ سے طالبِ علم سے بھی پوشیدہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ جب وقت کی نام نہاد ”بڑی طاقتوں“ اور زمانے کے بڑے بڑے جباروں کی تباہی کا فیصلہ کرتے ہیں تو اس کام کے لیے انہیں کوئی عظیم



الشان فوجیں میدان میں نہیں لانی پڑتیں بلکہ وہ یہ کام انتہائی کمزور انسانوں یا بعض اوقات جانوروں اور جمادات سے بھی لے لیتے ہیں۔ سورہ یس میں اللہ تعالیٰ ایک ایسی ہستی کی مثال دیتے ہیں جس نے رسولوں کی بات ماننے سے انکار کیا۔ اللہ عزوجل اس ہستی کا انجام بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَىٰ قَوْمِهِ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَاءِ ۚ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ ۝ إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خُمُودٌ ﴾ (یس: ۲۸، ۲۹)

”اس کے بعد ہم نے اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا اور نہ ہم اس طرح اتارا کرتے ہیں۔ وہ تو بس ایک زور کی چیخ تھی کہ یکا یک وہ سب بچھ کر رہ گئے۔“

فرعون اور اس کے پورے لشکر کو تباہ کروانے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزاتی عصا ہی کافی ہو گیا، نمرود کو مارنے کے لیے چند چھپرے ہی کافی ثابت ہوئے، قارون کو اللہ نے اس کے خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا، ابرہہ اور اس کے ہاتھیوں کی موت چند کنکری بردار ابا بیلوں سے واقع ہو گئی، حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے مٹھی بھر اہل ایمان امتیوں کے مقابل کھڑی ہونے والی پوری قوم، آسمان سے برسنے والے پتھروں سے تباہ ہو گئی، کفار مکہ کی فوجیں اور روم و فارس کی سلطنتیں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مختصر سی جماعت کے ہاتھوں ہمیشہ کے لیے مٹ گئیں اور نجانے ایسی کتنی ہی دیگر مثالیں بھی انسانی تاریخ میں موجود ہیں۔

ماضی قریب میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ سنت دہرائی اور برطانیہ کی وہ سلطنت جس پر سورج غروب نہ ہوتا تھا، جس کے سامنے دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی فوج نہیں ٹک پاتی تھی، جب اس کے لشکروں نے افغانستان کا رخ کیا تو وہاں کے سادہ لوح، اور بے سروسامان مسلمانوں نے انہیں ایسی عبرت ناک شکست دی کہ پورے برطانوی لشکر میں سے صرف ایک شخص زندہ بچا، (جسے صرف لشکر کے انجام کی اطلاع دینے کے لیے چھوڑا گیا تھا) جب کہ باقی پورا لشکر وہیں فنا کے گھاٹ اتر گیا۔ پھر روس جیسی ناقابلِ تسخیر سمجھے جانے والی سلطنت کی باری آئی جس کے خوف سے پورا یورپ کانپا کرتا تھا۔ اللہ عزوجل نے اسے تباہ کروانے کے لیے بھی افغانستان کے دشت و جبل کا انتخاب کیا اور نیم مسلح مٹھی بھر مجاہدین نے اس کا تکبر کچھ یوں خاک میں ملایا کہ ”سوویت اتحاد“ دنیا کے نقشے ہی سے مٹ گیا۔ آج پھر ہماری آنکھیں عراق و افغانستان کے میدانوں میں اسی سنت الہی کا مشاہدہ کر رہی ہیں، جہاں وقت کا طاعوت اکبر اپنے تمام تر حامیوں کو لے کر میدان میں اترا مگر چند ہزار بے سروسامان مجاہدین نہ صرف اس کی فتح کے رستے میں رکاوٹ بن گئے بلکہ پوری کفری تہذیب کے بقا و سلامتی داؤ پر لگ گئی اور ان شاء اللہ وہ وقت دور نہیں جب عصر حاضر کا یہ بت بھی ٹوٹ کر پاش پاش ہو جائے گا۔

جب کمزوروں کے پاس ایمان کی قوت آجائے اور اللہ کی تائید و نصرت بھی ان کے ہمراہ ہو جائے تو پھر تو مادی وسائل کی قلت کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اسی سنت کو سورہ بقرہ میں ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ:

﴿.....كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ (البقرة: ۲۴۹)

”.....کتنی ہی بار ایسا ہوا ہے کہ ایک تھوڑی سی جماعت اللہ کے حکم سے ایک بڑی جماعت پر غالب آگئی ہے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

پس جو شخص بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کی اس طے شدہ سنت سے واقف ہو گیا، کیا اس کے لیے ڈرنے، خوفزدہ ہونے اور بزدلی کی راہ اختیار کرنے کی کوئی وجہ ہے؟ لہذا اس حقیقت کو نگاہوں کے سامنے جمائے رکھیے تاکہ دلوں میں بلند عزائم اور جرأت و شجاعت پیدا ہو سکے۔

چوتھا سبب؛ عسکری علوم و فنون سے لاتعلقی اور چھاپہ مار جنگ کے مجرب انداز سے

### ناواقفیت

کفر سے ہماری مرعوبیت اور بزدلی کا ایک اور اہم اور عملی سبب یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد، بالخصوص ہمارے باصلاحیت اور ذہین طبقوں کی اکثریت، عسکری علوم و فنون سے بالکل نااہل ہے۔ اور مجاہدین کے موجودہ انداز جنگ بالخصوص چھاپہ مار جنگ کا طریقہ کار سے کلیتاً ناواقف ہے۔ (جہاں تک مسلم علاقوں کی رسمی افواج کا تعلق ہے تو نہ تو وہ مجاہدین فی سبیل اللہ کہلائے جانے کے قابل ہیں نہ ہی وہ امت مسلمہ کی نمائندہ افواج ہیں۔ ان کا کفار ہی کی قائم کردہ عسکری اکیڈمیوں میں بیٹھ کر عسکری علوم و فنون سیکھنا امت کے لیے نفع کے بجائے اٹانہ نقصان کا باعث ہے، کیونکہ وہ جو کچھ سیکھتے ہیں اس کی مشق کے لیے مسلمانوں ہی کو نشانہ بناتے ہیں۔ یہ افواج دراصل مسلم سر زمینوں میں کفر کے منصوبوں کی تکمیل اور اس کے احکامات کی تنفیذ کا سب سے اساسی آلہ ہیں)۔

عموماً یہی دیکھا گیا ہے کہ مجاہدین کے اقدامات پر اعتراضات کرنے والے اور بالخصوص امت کو یہ درس دینے والے کہ ”جب تک ہم مزید سو، دو سو سال پڑھ لکھ کر ”ٹیکنالوجی“ میں کفار کے برابر نہیں پہنچ جاتے، ہم ان کا مقابلہ کسی صورت نہیں کر سکتے“..... یہ بالعموم وہی لوگ ہوتے ہیں جنہیں ساری زندگی فی سبیل اللہ ایک گولی بھی چلانے کی توفیق نصیب نہیں ہوتی، نہ ہی انہوں نے کبھی میدانِ قتال میں ایک دن بھی گزارا ہوتا

ہے۔ اسی لیے ان کے اعتراضات حقائق سے اتنی عدم مطابقت رکھتے ہیں کہ میدانِ جہاد میں بیٹھے فرد کو ان کی باتیں انتہائی احمقانہ محسوس ہوتی ہیں۔

اگر یہ لوگ کچھ عرصہ میدانِ جہاد میں گزار لیں اور امریکہ اور صلیبی مغرب (نیٹو) کی فوج کو روزانہ مٹھی بھر نہتے مجاہدین کے ہاتھوں مار کھاتے دیکھ لیں تو ان کے سارے اعتراضات بغیر لمبے چوڑے علمی دلائل کے خود ہی رفع ہو جائیں گے اور ان کے دلوں میں کفر سے مرعوبیت اور دُھن و بزدلی کا ادنیٰ سا شائبہ تک باقی نہ رہے گا۔

یہ بات تو ہر شخص باسانی سمجھ سکتا ہے کہ کسی بڑی سے بڑی چیز کی تخریب کے لیے بہت تھوڑی سی قوت درکار ہوتی ہے۔ کفار کی سالوں کی محنت و عرق ریزی اور بے تحاشا وسائل سے تعمیر کردہ ایک دس منزلہ عمارت کو گرانے کے لیے اتنی ہی محنت اور وسائل ”نیکنالوجی“ میں برابری درکار نہیں ہوتی، بلکہ یہ کام محض ایک تربیت یافتہ فرد، تھوڑے سے بارود کے مناسب استعمال کے ذریعے کر سکتا ہے۔ اسی مثال پر چھاپہ مار جنگ کے پورے تصور کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔ چھاپہ مار مجاہدین کی تو اصل قوت ہی ان کے افراد اور وسائل کی قلت اور ان کے کاموں کی ”بے ترتیبی“ ہوتی ہے، اسی لیے دشمن کے لیے انہیں ڈھونڈنا اور نشانہ بنانا مشکل ہو جاتا ہے۔

دوسری جانب دشمن کی فوجیں جتنی بڑی ہوتی ہیں، اس کے وسائل جتنے زیادہ ہوتے ہیں خود اسے نشانہ بنانا اتنا ہی آسان ہو جاتا اور اس کے کام جتنے مرتب و منظم ہوتے ہیں اتنا ہی اس کے اگلے اقدامات کے بارے میں پیشین گوئی کر کے مناسب جوابی تدبیر کرنا سہل بن جاتا ہے۔

بالخصوص چھاپہ مار جنگ کا جو موجودہ انداز دنیا بھر کے مجاہدین نے اختیار کیا ہے اور کفار کے اپنے علاقوں میں گھس کر شہیدی حملے کرنا شروع کئے ہیں، اس نے طاقت کا پورا توازن، الحمد للہ، مجاہدین کے حق میں الٹا دیا ہے۔ کافر آج اس ہتھیار کے سامنے بالکل بے بس کھڑے ہیں اور مجاہدین اپنی قلت تعداد اور قلت وسائل کے باوجود کفر کے عالمی نظام کے لیے ایک حقیقی خطرہ بن گئے ہیں۔ امریکہ کی شوکت و ہیبت اور اس کی معیشت کی کمر محض انہیں شہیدی جوانوں نے توڑ ڈالی اور برطانیہ کا ضعف محض چار شہیدی جوانوں نے ساری دنیا پر عیاں کر دیا، اور بلاشبہ تمام تعریفوں کی مستحق تھا اللہ ہی کی ذات ہے۔

پس شجاعت سیکھی ہو تو شجاع لوگوں کے ساتھ ہولیا جائے، عسکری علوم سے واقفیت پیدا کی جائے، اسلحہ چلانا اور جنگ کرنا سیکھا جائے اور ایک بار ہمت کر کے کفر کے بیت العکبوت پر ہاتھ ڈال دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ خود ہی دلوں کو تقویت بخشیں گے اور اسلاف کی سی شجاعت کے نمونے آج پھر سے دیکھے جاسکیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

## خلاصہ کلام:

اگر ہم اپنی بزدلی، پست ہمتی اور مرعوبیت کے ان چاروں اساسی اسباب کا علاج کر لیں، یعنی:

- (۱) سب سے اہم بات یہ کہ ہم اللہ کی عظمت و قوت کو پہچانیں، اس کی نصرت اور مدد کے وعدوں کا یقین رکھیں اور خوفِ الہی کو یوں دلوں میں جمائیں کہ یہ ہر دوسرے خوف پر غالب آجائے...
- (۲) کفار کی اس عالمگیر ابلاغیاتی مہم سے مرعوب نہ ہوں جس کا مقصد ہمیں یہ باور کرانا ہے کہ کفر کا نظام ناقابل شکست ہے..

(۳) اس سنتِ الہی کو نگاہوں کے سامنے رکھیں کہ اللہ تعالیٰ بڑی بڑی سلطنتوں اور جابر اقوام کو ہمیشہ کمزوروں کے ہاتھوں پیوندِ خاک کراتے ہیں...

(۴) عسکری علوم و فنون، بالخصوص کفار کے مقابلے میں جاری موجودہ چھاپہ مار اندازِ جنگ سے اپنی ناقصیت دور کر لیں، جس کی بہترین صورت یہ ہے کہ ہم خود میدانِ جہاد میں اتریں، اور مجاہدین کی صحبت میں زندگی گزاریں، اور خوف و ملامت کی پروا کیے بغیر اللہ کے دین کی نصرت کریں...

تو ان شاء اللہ ہماری کھوئی ہوئی شجاعت پھر واپس آسکتی ہے اور ہم ان لوگوں کی صف میں شامل ہونے سے بچ سکتے ہیں جو امت کو بزدلی کا درس دیتے ہیں۔

”اللَّهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ الْأَشْيَاءِ إِلَيْنَا وَاجْعَلْ خَشْيَتَكَ أَخْوَفَ الْأَشْيَاءِ عِنْدَنَا“

اے اللہ! اپنی محبت کو ہمارے لیے ہر چیز سے زیادہ محبوب بنا دے اور اپنے خوف کو ہر دوسرے خوف سے بڑھ کر ہمارے دلوں میں بٹھا دے! (آمین)

## لال مسجد پر پرویزی صلیبی لشکر کی یلغار کے خلاف

### مجاہد ملت شیخ ایمن الظواہری کا پیغام

دنیا بھر میں بسنے والے میرے مسلمان بھائیو!

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ.....! اما بعد؛

آج میں آپ سے اس مجرمانہ زیادتی کے حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں، جو پرویز، اس کی فوج، اس کی سکیورٹی فورسز، جو سب درحقیقت صلیبیوں کے شکاری کتے ہیں، اسلام آباد میں واقع لال مسجد کے خلاف کر رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی میں آپ سے اُس گھٹیا اور غلیظ جرم کے حوالے سے بھی بات کرنا چاہتا ہوں جو پاکستان کے عسکری جاسوسی ادارے نے پرویز کے حکم سے مولانا عبدالعزیز کے خلاف کیا جب انہیں ٹی وی کی سکرین پر عورتوں کے لباس میں پیش کیا گیا۔

یہ ایک انتہائی واضح اور صریح پیغام ہے پاکستان کے مسلمانوں اور علمائے پاکستان کے نام، بلکہ تمام عالم اسلام کے علماء کے نام۔ یہ ایک ایسا جرم ہے جو یا تو صرف تو بہ سے دھل سکتا ہے یا ان مجرموں کے خون سے۔ میں پاکستان کے علماء سے استدعا کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ پرویز کے نزدیک آپ حضرات کی بس یہی وقعت ہے۔ اور یہی وہ حشر ہے جو پرویز کے شکاری کتوں کی جیلوں میں آپ کا منتظر ہے۔ اور صلیبیوں کے نزدیک بھی آپ حضرات کی بس اتنی ہی اوقات ہے۔ پرویز اور اس کے شکاری کتوں نے صلیبیوں اور یہودیوں کو خوش کرنے کے لئے آپ کی عزت خاک میں ملا ڈالی ہے۔ بس اگر آپ اب بھی اپنی آبرو کی حفاظت کی خاطر نہ اٹھے تو پھر پرویز آپ کا کچھ بھی باقی نہ چھوڑے گا، اور اس وقت تک نہیں رکے گا جب تک پاکستان میں اسلام کو جڑ سے نہ اکھاڑ دے۔

بے شک یہ ذلیل مشرف، جس نے اپنا شرف و دین صلیبیوں اور یہودیوں کے ہاتھوں بیچ ڈالا ہے، آپ کے مقابلے میں زبردست تکبر کا مظاہرہ کر رہا ہے، اور آپ حضرات کے ساتھ بے انتہاء حقارت سے پیش آرہا ہے، اور ایسا سلوک کر رہا ہے جیسا جانوروں اور کتوں سے کیا جاتا ہے۔ اور یہ اس منظم تمہین نہیں ہوگا جب تک آپ کو ذلیل ترین صورت اور انتہائی ذلیل حالت میں نہ پیش نہ کر لے۔

یہ ایک بلیغ پیغام ہے پاکستان میں بسنے والے ہر عالم کے نام، ہر خوددار اور باعزت شخص کے نام، کہ

پرویز کے خلاف مزاحمت، اس کے سامنے ڈٹنے، اس سے اسلام پر عمل درآمد کا مطالبہ کرنے اور صلیبیوں و یہودیوں کی غلامی سے باز آنے کا مطالبہ کرنے کی آج یہی قیمت ہے کہ ہر طرح کی بدترین تحقیر و تذلیل کا سامنا کرنا پڑے۔ پس تم سب کا انجام بھی یہی ہوگا، اگر تم خاموش بیٹھے رہے اور دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے رہے۔

پاکستان میں بسنے والے میرے مسلمان بھائیو! تمہارے پاس جہاد کے سوا کوئی راہ نجات نہیں۔ نہ یہ جعلی انتخابات تمہیں نجات دلائیں گے، نہ ہی یہ سیاستیں اور نہ ان مجرموں کے ساتھ سودے بازی، مدافعت اور مذاکرات۔ نہ ہی یہ سیاسی داؤ پیچ تمہیں نجات دلا پائیں گے۔ تمہاری نجات کا واحد راستہ جہاد ہی ہے۔ پس تم پر لازم ہے کہ اس وقت افغانستان میں برسرِ پیکار مجاہدین کی امداد اپنی جانوں، اموال، مشوروں اور مہارتوں سے کرو کیونکہ جہاد افغانستان ہی افغانستان، پاکستان اور پورے خطے کو (کفار و مرتدین سے) بازیاب کرانے کا دروازہ ہوگا۔ جہاد کے میدانوں میں عزت کی موت مرد..... کیا پاکستان میں کوئی عزت دار لوگ نہیں ہیں؟ کیا پاکستان کے غیر مند لوگ مرچکے ہیں؟ کیا پاکستان میں کوئی نہیں جو آخرت کو دنیا پر ترجیح دے؟

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَنْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ آرَضْتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ۝ إِلَّا تَنْفَرُوا يُعَذِّبُكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلُ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا قَانِي الْأَنْبِيَاءِ إِذْ هُمَا فِي الْعَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (التوبة: ۳۸-۴۱)

”مومنو! تمہیں کیا ہوا کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) نکلو تو تم زمین سے چٹ کر رہ جاتے ہو (یعنی گھروں سے نکلنا نہیں چاہتے)۔ کیا تم آخرت (کی نعمتوں) کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر خوش ہو کر بیٹھے ہو۔ دنیا کی زندگی کے فائدے تو آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہیں۔ اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تم کو بڑا تکلیف دہ عذاب دے گا اور تمہاری جگہ اور تمہاری جگہ اور لوگ پیدا کر دے گا (جو اللہ کے پورے فرمانبردار ہوں گے) اور تم اس کو کچھ نقصان بھی نہ پہنچا سکو گے۔ اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اگر تم

اس کی مدد نہ کرو گے تو اللہ اس کا مددگار ہے۔ (وہ وقت تم کو یاد ہوگا) جب ان کو کافروں نے گھر سے نکال دیا (اس وقت وہ) دو میں کا دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے۔ اس وقت وہ اپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ نے ان پر تسکین نازل فرمائی اور ان کو ایسے لشکروں سے مدد دی جو تم کو نظر نہیں آتے تھے اور کافروں کی بات کو پست کر دیا، اور بات تو اللہ ہی کی بلند ہے، اور اللہ زبردست (اور) حکمت والا ہے۔ تم سبک بار ہو یا گراں بار (یعنی مال و اسباب تھوڑا رکھتے ہو یا بہت گھروں سے) نکل آؤ اور اللہ کے راستے میں مال اور جان سے لڑو۔ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے بشرطیکہ سمجھو۔“

کیا میں نے بات پہنچادی؟ اے اللہ تو گواہ رہیو!

کیا میں نے بات پہنچادی؟ اے اللہ تو گواہ رہیو!

کیا میں نے بات پہنچادی؟ اے اللہ تو گواہ رہیو!

## مجھے بتا تو سہی اور کافر کی کیا ہے؟

مصر پر برطانیہ کی صلیبی فوج نے حملہ کیا تو خلافتِ عثمانیہ کی طرف سے اس وقت کے مصر کے قاضی القضاة شیخ احمد ناگر رحمۃ اللہ علیہ نے صلیبی فوج کا ساتھ دینے والوں کو کافر قرار دیا۔ جو لوگ آج امریکی و مغربی صلیبیوں کا ساتھ دے رہے ہیں ان کے لئے اس فتوے میں آج سہی فکر کے بہت سے نکات موجود ہیں۔

(کفر اور کافروں سے دشمنی اور اہل ایمان سے وفاداری کا سبق ہمیں کتاب اللہ نے دیا ہے۔ لیکن صد افسوس کہ آج اس سبق کو بالکل فراموش کر دینے والوں کی کمی نہیں۔ متاع دنیا کے لیے اپنا ایمان بیچ دینے کی یہ روایت کہاں سے چلی اس کا ابھی موقع نہیں۔ لیکن ماضی میں افراد ایمان فروشی کرتے تھے، اب پورے پورے لشکر چند لوگوں کے عوض بک جاتے ہیں۔ اگر صلیبیوں کی اتحادی ناپاک فوج، امریکی ڈالروں کی خاطر مسجد و مدرسہ کی حرمت پامال کرنے سے نہیں چوکتی تو یہ کوئی مقام حیرت نہیں کیونکہ اس سے قبل انھی کے بے ننگ و نام اسلاف نے پندرہ روپے ماہوار کی خاطر کعبہ پر گولیاں برسائی تھیں۔ آئیے کفر کی وفادار سپاہ کا حقیقی چہرہ پہچانیے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **ومن يتولىهم منكم فانه منهم**۔ شیخ احمد شاکر رحمۃ اللہ علیہ خلافتِ عثمانیہ کی طرف سے مصر کے قاضی القضاة مقرر تھے۔ مصر پر برطانیہ کی صلیبی فوج کے حملے کے وقت انھوں نے یہ فتویٰ دیا تھا۔ یاد رہے کہ برطانیہ کے لیے مصر پر قبضے کا ”اعزاز“ رائل انڈین آرمی کے (کلمہ گو) فوجیوں کے حصے میں آیا تھا۔

”شیخ احمد شاکر اپنے طویل فتوے پر مشتمل کتاب ”کلمہ حق“ کے ص ۱۲۶-۱۲۷ میں ”ملت اسلامیہ اور اہل مصر کے نام پیغام“ میں مسلمانوں کے خلاف جنگ کی صورت میں برطانوی و فرانسیسی صلیبیوں کے ساتھ تعاون کے ضمن میں تحریر کرتے ہیں:)

[مسلمانوں کے خلاف جنگ میں] انگریزوں کے ساتھ کسی بھی نوعیت کا تعاون چاہے وہ کم ہو یا زیادہ، دین سے ارتداد اور کفر ہے۔ جس کے بارے میں کوئی عذر یا تاویل قبول نہیں کی جائے گی۔ چاہے اس تعاون کی بنیاد احقناہ عصیبت اور اندھی سیاست ہی کیوں نہ ہو۔ یہ منافقانہ طرز عمل ہے چاہے اس کے مرتکب افراد ہوں، حکومتیں ہوں، یا سربراہان ہوں۔ ان سب پر کفر اور ارتداد کا حکم چسپاں ہوگا سوائے اس کے کہ کسی نے جہالت یا غلطی کی بنا پر اس کا ارتکاب کیا ہو اور اصل صورت حال جان لینے کے بعد تائب ہو کر اہل ایمان کے ساتھ شامل ہو جائے۔ ایسے افراد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی بخشش کی امید ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے لئے مخلص ہو جائیں اور سیاست اور انسانوں کی خوشی و ناخوشی سے بے نیاز ہو جائیں۔



میں نے انگریزوں کے ساتھ تعاون اور ان کے خلاف جنگ سے متعلق مسائل اور احکام کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے جس سے عربی زبان سے آشنا کسی بھی طبقہ فکر اور کرہ عارضی کے کسی بھی گوشے سے تعلق رکھنے والے مسلمان بخوبی استفادہ کر سکتے ہیں۔

مجھے امید ہے کہ ان احکام کو پڑھنے کے بعد مزید کسی دلیل کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اس حوالے سے اہل فرانس کا معاملہ بھی وہی ہے جو برطانویوں کا ہے۔ اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کی دشمنی میں اہل فرانس برطانیہ والوں سے کسی بھی طرح سے کم نہیں، بلکہ کچھ بڑھے ہوئے ہیں۔ دنیا میں جہاں جہاں بھی ان کو اقتدار اور نفوذ حاصل ہے یہ مسلمانوں کے خلاف اندھی دشمنی اور عصبیت رکھتے ہیں۔ جگہ جگہ انھوں نے مسلمانوں کا قتل عام کیا، ایسے ایسے جرائم کئے کہ جن کے سامنے انگریزوں کے جرائم اور درندگی ماند نظر آتے ہیں۔ اس لئے ان کے ساتھ تعلقات کے بارے میں بھی وہی احکام ہیں جو انگریزوں کے ساتھ تعلقات کے ضمن میں ہیں۔ کرہ ارض کے کسی بھی گوشے سے تعلق رکھنے والے مسلمان کے لئے ان کے ساتھ تعاون جائز نہیں، ان کا خون اور ان کے اموال مسلمانوں کے لیے حلال ہیں۔

ان کے ساتھ کسی بھی قسم کا تعاون کرنے پر بالکل وہی احکام لاگو ہوں گے جو انگریزوں کے ساتھ تعاون کرنے پر لاگو ہوتے ہیں، یعنی ارتداد اور ملت اسلامیہ سے خروج کے احکام۔

(آخر میں شیخ تحریر کرتے ہیں:)

کرہ ارض کے مسلمانو! آگاہ رہو!

کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کی زبان اور ہاتھ سے مدد و نصرت کرنے کی بجائے اگر مسلمانوں کو اپنے گھروں سے نکلنے والے دشمنوں کی امداد کا مرتکب ہوگا یا ان کے ساتھ جنگ کرنے کی استطاعت رکھنے کے باوجود جنگ نہ کرے گا یا انگریزوں اور اہل فرانس کی اور ان کے حلیفوں اور ہمدردوں کی کسی بھی نوعیت کی امداد کا ارتکاب کرے گا، تو اگر اس کے بعد وہ نماز پڑھے گا تو اس کی نماز قبول نہیں ہوگی، وہ وضو، غسل یا تیمم کر کے پاک ہونا چاہے گا تو اس کا یہ عمل قابل قبول نہیں ٹھیرے گا، وہ فرض یا نفل جو بھی روزے رکھے گا اس کے روزے باطل قرار پائیں گے، اس کا حج قبول نہیں ہوگا، وہ فرض زکوٰۃ ادا کرے گا یا صدقہ دے گا تو کچھ بھی قبول نہ کیا جائے گا، اس کی کسی بھی قسم کی عبادت لائق قبولیت نہیں ہوگی۔ ان میں سے کسی بھی کام کا اسے کوئی اجر نہیں ملے گا بلکہ الٹا وہ گنہگار اور قابل مواخذہ ٹھہرے گا۔

پس ہر مسلمان اس بات سے خبردار رہے کہ وہ دین و ایمان کے لئے تباہ کن اس راستے پر چل پڑے جو اس

کی تمام عبادت کو غارت کر دے اور اسے ارتداد کے جہنم میں لا گھسیٹے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والا کوئی مسلمان اس راستے پر چل پڑے کیونکہ کسی بھی عبادت کی قبولیت کا واحد معیار ایمان ہے۔ یہ بات کسی بھی مسلمان سے پوشیدہ نہیں ہے اور کوئی بھی دو مسلمان اس کے بارے میں اختلاف نہیں رکھتے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخُسِرِينَ﴾ (المائدة: ۵)  
 ”جو کوئی کفر کا ارتکاب کرے گا اس کا عمل ضائع جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں ہو جائے گا۔“

﴿وَلَا يَزَالُونَ يَقْتُلُونَكُمْ حَتَّى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (البقرہ: ۲۱۷)

”یتم سے جنگ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان کا بس چلے تو تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے بھر گیا اور اس حال میں اسے موت نے آیا تو وہ کافر قرار پائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں غارت گئے۔ یہ آگ والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔“

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضُهُمْ يَتَوَلَّوْنَ مَنَّهُمْ فإِنَّهُم مِّنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَنْ تُصِيبَنَا دَآئِرَةٌ فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسْرَوْا فِي أَنْفُسِهِمْ نَدِيمِينَ ۝ وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَهْلَآءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَاصْبِرُوا خُسِرِينَ﴾ (مائدة: ۵۱-۵۳)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا رفیق نہ بناؤ۔ یہ آپس ہی میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور اگر تم میں سے کوئی ان کو اپنا رفیق بناتا ہے تو اس کا شمار بھی پھر انھی میں ہوگا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ظالموں کو اپنی رہنمائی سے محروم کر دیتا ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے وہ انھی میں دوڑ دھوپ کرتے پھرتے ہیں۔ کہتے ہیں ہمیں ڈر لگتا ہے کہ کہیں ہم کسی مصیبت کے چکر میں نہ

پھنس جائیں۔ مگر بعید نہیں کہ اللہ جب تمہیں فیصلہ کن فتح بخشے گا یا اپنی طرف سے کوئی اور بات ظاہر کرے گا تو یہ لوگ اپنے اس نفاق پر جسے یہ دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں نادم ہوں گے اور اس وقت اہل ایمان کہیں گے کیا یہ وہی لوگ ہیں جو اللہ کے نام سے کڑی کڑی قسمیں کھا کر یقین دلاتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ان کے سارے اعمال ضائع ہو گئے اور آخر کار یہ نامراد ہو کر رہے۔“

﴿ إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمَلَىٰ لَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ ۚ فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّيْتُهُمُ الْمَلَائِكَةُ بَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللَّهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَاحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ۚ أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَنْ لَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ ۚ وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيمَاهُمْ وَتَعَرَّفْتَهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ۚ وَلَسَبَلُونَكُمْ حَتَّىٰ تَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَتَبْلُغُوا أَخْبَارَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدَّوْا عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ لَنْ يُضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَ سَيُحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدَّوْا عَن سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۚ فَلَا تَهْنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلَامِ وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَ لَنْ يَبْرُكَنَّ أَعْمَالَكُمْ ﴾ (محمد: ۲۵-۳۵)

”حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد اس سے پھر گئے اور ان کے لئے شیطان نے اس روش کو بہل بنا دیا اور جھوٹی توقعات کا سلسلہ ان کے لئے دراز کر رکھا ہے اسی لئے انھوں نے اللہ کے نازل کردہ دین کو ناپسند کرنے والوں سے کہہ دیا کہ بعض معاملات میں ہم تمہاری مائیں گے۔ اللہ ان کی خفیہ باتیں خوب جانتا ہے۔ پھر اس وقت کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی رحیم قبض کریں گے اور ان کے منہ اور پیٹھوں پر مارتے ہوئے انہیں لے جائیں گے۔ یہ اسی لئے تو ہوگا کہ انھوں نے اس طریقے کی پیروی کی جو اللہ کو ناراض کرنے والا ہے اور اس کی رضا کا راستہ اختیار کرنا ناپسند کیا۔ اسی بناء پر اس نے ان کے سب اعمال ضائع کر دیئے۔ کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ اللہ ان کے دلوں کی کھوٹ ظاہر نہیں کرے گا؟ ہم چاہیں تو انہیں تم کو آنکھوں سے دکھادیں اور ان کے چہروں سے تم ان کو پہچان لو۔ مگر ان کے انداز کلام سے تو تم ان کو جان ہی لو گے۔ اللہ تم سب کے اعمال

سے خوب واقف ہے۔ ہم ضرور تم لوگوں کو آزمائش میں ڈالیں گے تاکہ تمہارے حالات کی جانچ کریں اور دیکھ لیں کہ تم میں مجاہد اور ثابت قدم کون ہیں۔ جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا اور رسول سے جھگڑا کیا جب کہ ان پر راہ راست واضح ہو چکی تھی درحقیقت وہ اللہ کا کوئی نقصان بھی نہیں کر سکتے بلکہ اللہ ہی ان کا سب کیا کرایا عمارت کر دے گا۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال برباد نہ کرو۔ کفر کرنے والوں اور راہ خدا سے روکنے والوں اور مرتے دم تک کفر پر جمے رہنے والوں کو تو اللہ ہرگز معاف نہ کرے گا۔ پس تم بودے نہ بنو اور صلح کی درخواست نہ کرو تم ہی غالب رہنے والے ہو۔ اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال کو وہ ہرگز ضائع نہ کرے گا۔“

ہر مسلمان مرد و عورت جان لے!

وہ لوگ جو اپنے دین سے نکل کر دشمنوں کے مددگار بن جائیں ان کے ساتھ شادی کرنے والے کا رشتہء زوجیت باطل ہے، جس کی صحت کا دور دراز تک کوئی امکان نہیں ہے ایسے نکاح پر نکاح کے کوئی اثرات (احکام) لاگو نہ ہوں گے یعنی نسب، میراث وغیرہ سب باطل ہوں گے۔ اور جو کوئی ان سے پہلے سے رشتہء زوجیت میں منسلک ہے اس کا یہ رشتہ باطل ہو جائے گا۔ ان میں سے جو کوئی تاب ہو کر اپنے پروردگار اور اپنے دین کی طرف رجوع کر لے، اپنے دشمن کے ساتھ جنگ کرے اور اپنی امت کی نصرت و امداد کرے، تو چونکہ حالت ارتداد میں یہ اپنی اس بیوی کا جس کے ساتھ اس کی شادی ہوئی تھی شوہر باقی نہیں رہا تھا اس لئے ضروری ہے کہ توبہ کے بعد وہ اس کے ساتھ شرعی نکاح کا دوبارہ اہتمام کرے۔

کرہ زمین کے کسی بھی خطے سے تعلق رکھنے والی مسلمان خواتین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اچھی طرح یقین حاصل کر لیں کہ جن کو وہ اپنی عزتوں کا محافظ اور نگران بنانے چلی ہیں اور جن کے ساتھ وہ رشتہ ازدواج و مناکحت استوار کر رہی ہیں وہ کہیں اللہ اور رسول کے اس باغی گروہ سے تعلق تو نہیں رکھتے۔ ایسی صورت میں ان کا نکاح باطل ہو جائے گا اور وہ ایسے مردوں پر اس وقت تک حرام قرار پائیں گی جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کر کے اپنے طرز عمل کی اصلاح نہیں کر لیتے اور از سر نو ان کے ساتھ رشتہ مناکحت استوار نہیں کر لیتے۔

مسلمان خواتین جان لیں کہ!

جو بھی خاتون کسی ایسے فرد سے شادی پر رضامند ہو جس کی ایسی صورت حال کا اسے علم ہو یا ایسی صورت حال جان لینے کے باوجود اس کے ساتھ رہنے پر پھر بھی راضی رہے تو وہ حالت ارتداد میں اس کے ساتھ

شریک ہے۔ اس پر اترداد کے وہی احکام نافذ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ اس سے کہ مسلمان خواتین اپنے لئے اور اپنی آنے والی نسلوں کے لئے اس پر رضامند ہوں۔

آگاہ رہیے کہ یہ معاملہ اتنا آسان نہیں ہے۔ اگرچہ قانون کی نظر سے دشمنوں کے مددگاروں کا بیچ جانا مشکل نہیں ہے، اگرچہ مجرموں کو بری ثابت کرنے کے بھی کئی حیلے بہانے تلاش کئے جاسکتے ہیں، توڑ موڑ کر دلائل بھی پیش کئے جاسکتے ہیں مگر یاد رہے کہ امت مسلمہ اقامتِ دینِ حق کی ذمہ داری سے کسی صورت بھی سبک دوش نہیں ہو سکتی۔ دینِ حق کی نصرت کا فریضہ ہر حال میں اس پر عائد رہے گا۔ امت کے تمام افراد قیامت کے روز فروداً فروداً اللہ تعالیٰ کے سامنے اس ذمہ داری کی ادائیگی کے حوالے سے اپنے کردار کے بارے میں جوابدہ ہوں گے۔

ہر فرد کو جان لینا چاہئے کہ وہ خیانت کرنے والوں کی خیانت سے اپنے مذہب و ملت کو کس طرح محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اپنی متاعِ دین و ایمان کی حفاظت کس طرح کر سکتا ہے۔ کامیابی و نصرت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور وہ جس طرح چاہے اپنے بندوں کی نصرت فرما سکتا ہے۔“

## سرزمین خراسان کی تازہ داستان

## جہاں صلیبی مغرب اپنی بقا کی آخری جنگ لڑ رہا ہے

محمود غزنوی امارت اسلامیہ افغانستان کے جنوبی علاقوں کے جنگی کمان دان ہیں اور صلیبی متیوضہ افغانستان پر کفر کی یلغار کے اول روز سے آج تک برسرِ جنگ ہیں۔ ذیل میں ہم ان سے کی گئی گفتگو پیش کر رہے ہیں، جس سے آپ افغانستان کی تازہ صورت حال، اور مختلف امور پر امارت اسلامیہ کے موقف سے متعلق آگاہی حاصل کر سکتے ہیں۔

**حطین:** کیا امارت اسلامیہ افغانستان قائم ہے، جہاد کر رہی ہے اور امیر المومنین ملا محمد عمر خود میدان قتال میں موجود ہیں؟

غزنوی: بسم اللہ الرحمن الرحیم، و الحمد للہ والصلوة والسلام علی من لا نبی بعدہ، الحمد للہ امارت اسلامیہ اب بھی افغانستان میں قائم ہے اور بہت سی ولایتوں (صوبوں) کے اکثر اولس والی (ضلعوں) پر اس کا قبضہ مستحکم ہے۔ امیر المومنین ملا محمد عمر خود افغانستان میں رہتے ہوئے مجاہدین کی قیادت کر رہے ہیں اور میں پر امید ہوں کہ وہ وقت دوڑ نہیں جب اسلامی امارت کا جھنڈا دیگر ولایتوں بشمول کامل پر لہرا رہا ہوگا۔

**حطین:** امریکا کا دعویٰ ہے کہ ہم نے طالبان کی قوت توڑ دی ہے اور ان کا کوئی مستقبل نہیں، آپ اس بارے میں کیا کہیں گے؟

غزنوی: امریکا کے اس دعوے کی قلعی تو افغانستان کے طول و عرض میں ہونے والی جہادی کارروائیوں نے بہت عرصہ پہلے سے کھول کر رکھ دی ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ افغانستان میں امریکا کا یہ چھٹا سال ہے اور دنیا دیکھ چکی ہے کہ یہ اب تک افغانستان کے حالات کو اپنی مرضی کے موافق اور قابو میں نہیں لاسکا۔ یہی وجہ ہے کہ افغانستان میں امریکیوں کا مرتد آلہء کار کرنی بھی مجاہدین کی طاقت کو تسلیم کر کے انھیں مذاکرات کی دعوت دینے پر مجبور ہو چکا ہے، یہ الگ بات ہے کہ امارت اسلامیہ نے اس کی ان پیشکشوں کو پائے حقارت سے ٹھکرایا ہے۔ افغانستان لاکھوں شہداء کی سرزمین ہے اس میں کسی طانغوت کے لیے کوئی گنجائش نہیں، قطع نظر اس بات کے طانغوت امریکی ہو یا افغانی۔ میں آپ کو اطمینان دلاتا ہوں کہ ان شاء اللہ افغانستان میں شرعی نظام قائم ہو کر رہے گا۔

**حطین:** افغانستان میں مجاہدین کی کارروائیوں کے بارے میں کچھ بتائیں۔ کیا ان کی گرفت مضبوط ہے، اور یہ بھی بتائیں کہ امریکا اور نیٹو افواج کس حال میں ہیں؟

غزنوی: الحمد للہ! آپ روزانہ کی کارروائیوں سے خود آگاہ ہو سکتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ اس پر گواہ ہیں کہ صلیبی افواج آج نہایت بری حالت میں ہیں، آئے دن ان کا حال بد سے بدتر ہوتا جا رہا ہے اور اللہ کی مدد سے مجاہدین کے ہاتھوں مسلسل ایسے علاقے فتح ہو رہے ہیں جو پہلے امریکیوں کے تسلط میں تھے۔ آپ نے دیکھا کہ بلند کے علاقہ میں ایک مہینہ پہلے صلیبیوں نے ”اورے شل“ کے نام سے آپریشن شروع کر رکھا تھا جو بری طرح ناکام ہوا۔ یہی صورت حال قندھار، ارزگان اور ارزابل میں بھی ہے۔ پکتیکا، نورستان اور کنڑ میں بھی ان کو پورے درپے ناکامیوں کا سامنا ہے، خصوصاً ایسے علاقے بھی جہاں کوئی یہ تصور نہیں کرتا تھا کہ وہاں بھی کارروائیاں شروع ہو جائیں گی مثلاً کاپیسا کا علاقہ، الحمد للہ وہاں بھی نہ صرف عملیات جاری ہیں بلکہ باقاعدہ جنگ کے بعد مجاہدین کی گرفت مضبوط ہوئی ہے۔ امارت اسلامیہ کی کوشش ہے کہ شمالی علاقوں میں جو بکھرے ہوئے مجاہدین موجود ہیں ان کی قوت کو منظم کریں اور دشمن پر زمین تنگ کریں۔

دوسری طرف صلیبیوں کی کوشش ہے کہ کسی طرح طالبان کو مذاکرات کی طرف لائیں اور حکومت میں شریک کریں۔ ان کی یہ کوشش ہی ان کے ضعف اور ناکامی کی دلیل ہے۔ بہت جلد ان شاء اللہ امت مسلمہ یہ خوشخبری سنے گی کہ افغانستان میں امریکیوں کی کمر ٹوٹ گئی ہے۔

**حطین:** افغانستان کے عوام میں بیداری کی صورت حال کیسی ہے اور طالبان مجاہدین کے ساتھ ان کا تعاون کہاں تک موجود ہے؟

غزنوی: الحمد للہ روز بروز یہ بیداری بڑھ رہی ہے۔ ان پر حقیقت واضح ہو رہی ہے کہ مجاہدین حق پر ہیں، اسلامی شریعت لانے کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں، جب کہ صلیبی اور ان کے آلہ کار ان کے دین و تہذیب کے دشمن ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عوام کا تعاون بڑھ رہا ہے اور مجھے یقین ہے کہ اگر ایک ولایت بھی افغانستان میں مجاہدین کے لئے صحیح معنوں میں پشتیمان بنی تو دور نہیں کہ امریکا افغانستان میں ذلیل و رسوا ہو جائے۔ ایسے علاقے بھی ہیں جہاں ۹۰ فی صد افغان باشندے مجاہدین کے نہ صرف حامی ہیں بلکہ ہر قسم کی مدد میں ایک دوسرے سے سہقت لے جانے پر فخر کر رہے ہیں اور باقی ۱۰ فی صد بھی مجاہدین کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔

**حطین:** پورے افغانستان خصوصاً جنوبی ولایات میں حالات کیسے ہیں؟ مجاہدین کتنے مستحکم ہیں اور امریکا

اور نیٹو کا حال کیا ہے؟

غزنوی: الحمد للہ جنوبی ولایتوں میں مجاہدین پہلے بھی کمزور نہیں تھے مگر اب تو اللہ کا خصوصی فضل ہے کہ کافی مضبوط ہو گئے ہیں، اس لئے کہ مقامی مسلمانوں کا مکمل تعاون شامل حال ہے۔ دشمن یہاں بالکل ناکام ہے اور مختلف بہانوں سے فرار کی راہ ڈھونڈتا ہے۔ کبھی علاقے کے معززین سے صلح کر کے علاقہ چھوڑ دیتا ہے، کبھی کسی دوسرے بہانے سے اپنی کمزوری کو چھپاتا ہے۔ ان شاء اللہ بہت جلد جنوبی ولایتوں جیسی صورت حال سارے افغانستان میں پیدا ہوگی اور دشمن کو دندان شکن جواب مل جائے گا۔

**حطین:** افغانستان میں امریکا کے اہداف کیا ہیں؟ مغرب مجاہدین سے کیوں خوف کھاتا ہے؟

غزنوی: امریکا کے اہداف صرف افغانستان میں نہیں پوری مسلم دنیا میں ہیں۔ اگر ہم دنیا پر ایک نظر دوڑائیں تو جان لیں گے کہ امریکا کا ہدف اسلام ہے۔ دنیا سے قرآن اور اس کی دعوت کو ختم کرنا ان کا نصب العین ہے۔ امریکا اس وقت عالم کفر کا سالار ہے، چنانچہ امت مسلمہ کے خلاف اس صلیبی جنگ کی قیادت بھی وہی کر رہا ہے۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ امارت اسلامیہ پر صلیبی یلغار گیارہ ستمبر کے مبارک حملوں کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ یہ حقائق سے صریح بے خبری کی علامت ہے۔ اب تو خود ان کے اپنے لوگ (جنرل ٹومی فرینکس وغیرہ) بھی لکھ رہے ہیں کہ گیارہ ستمبر کی کارروائی سے پہلے ہی پینٹاگون میں افغانستان پر حملے کا منصوبہ ترتیب پا چکا تھا۔ ظاہر ہے کہ افغانستان کے چٹیل پہاڑوں پر قبضے کا اس کے علاوہ کیا مقصد ہو سکتا ہے کہ امارت اسلامیہ کے قیام سے امت کے اندر احیائے خلافت کی جو امید جاگ اٹھی تھی اسے ختم کر دیا جائے۔ اور خلافت بذریعہ جہاد کے بجائے 'قومی جمہوری ریاست' کے تصور کو باقی رکھا جائے۔ یہاں میں اپنے مسلمان بھائیوں سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ موجودہ حالات کو حق و باطل کی ازلی کش مکش کے تناظر میں دیکھیں، خواہ مخواہ کی خیال آرائیوں کی بجائے قرآن پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے خلاف اہل باطل کی جنگ کے مقاصد، ہمیں واضح طور پر بتا دیئے ہیں، ارشاد پاک ہے: ﴿وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا﴾ (اور یہ تم سے جنگ کرتے (ہی) رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں، اگر ان کا بس چلے)

**حطین:** دنیا میں جمہوریت کا بول بالا ہے، صلیبی مغرب افغانستان میں بھی جمہوریت کا قیام چاہتا ہے

جب کہ آپ جمہوریت کی بجائے امارت اسلامیہ کے علمبردار ہیں۔ آپ جمہوریت کے مخالف کیوں ہیں؟

غزنوی: ہر مسلمان جانتا ہے کہ دین اسلام ہر لحاظ سے ایک مکمل دین ہے۔ چنانچہ ہمیں اپنے لیے کوئی بھی



نظام کافروں سے درآمد کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم جمہوریت کو کیسے قبول کر سکتے ہیں جب کہ یہ ایک خالص شریک نظام ہے۔ خود جمہوریت کی جو تعریف ہے، یعنی ”عوام کی حکومت، عوام کے ذریعے اور عوام کے لیے“ اس کا پہلا نکتہ ہی اسلام کی ضد ہے۔ اسلام تو اللہ کی حکمرانی تسلیم کرتا ہے اور وہاں بندوں کی حکومت منوائی جا رہی ہے۔ ہماری دعوت تو وہی ہے جو حضرت ربیع بن عامر رضی اللہ عنہ نے رستم کے سامنے بیان فرمائی تھی کہ ”ابتعثنا الله لنخرج العباد من عبادة العباد الى عبادة رب العباد“

”اللہ نے ہمیں اس لیے اٹھایا ہے کہ بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر ان کے رب کی غلامی میں دے دیں۔“

**حطین:** کچھ لوگ چاہتے ہیں کہ امریکی اور نیٹو افواج نکل جائیں تو اس کے بعد منصفانہ انتخابات کرائے جائیں، آپ کی کیا رائے ہے؟

غزنوی: صلیبیوں کے خلاف جہاد کا مقصد اسلام نافذ کرنا ہے، ان کے نکلنے کے بعد یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم پھر اپنی زمین پر ایک غیر اسلامی نظام یعنی جمہوریت رائج کریں۔ امریکا تو چاہتا ہے کہ افغان عوام اپنی جہادی ثقافت ترک کر کے دوسرے مسلمان ممالک کی طرح جمہوری تماشے کا حصہ بن جائیں۔ اگر امریکا کو یقین ہو جائے کہ اس کے نکلنے کے بعد یہاں جمہوری انتخابی نظام رائج ہو سکتا ہے تو وہ کل کی بجائے آج افغانستان چھوڑ دے کیونکہ مغربی کفر کو جمہوریت سے نہیں جہاد سے خطرہ ہے۔ امارت اسلامیہ کل بھی جہاد کے ذریعے قائم ہوئی تھی نہ کہ انتخابات کے ذریعے، اور آئندہ بھی ایسے ہی ہوگا ان شاء اللہ۔

**حطین:** مجاہدین کو کن مشکلات اور مسائل کا سامنا ہے؟

غزنوی: الحمد للہ مجاہدین مجاذوں پر پوری طرح مطمئن ہیں اور دل میں شہادت کی آرزو لئے ہوئے ہیں۔ جہاد میں ہمیشہ مشکلات ہوتی ہیں۔ جسمانی تکالیف کا سامنا رہتا ہے، اسلحے کی کمی واقع ہوتی ہے، مالی مسائل ہوتے ہیں مگر مجاہدین اس سب کچھ کو اللہ کی طرف سے آزمائش سمجھ کر، اس کے شکر گزار رہتے ہیں اور ہر وقت مزید قربانیوں کے لئے تیار رہتے ہیں اور کفر کو اپنے تابز توڑ حملوں سے بے حال کیے رکھتے ہیں۔ الحمد للہ مجاہدین منظم ہیں اور روز بروز مزید منظم اور مضبوط ہو رہے ہیں۔

**حطین:** کیا حکومت پاکستان اور آئی ایس آئی آپ کی مدد کر رہی ہے؟ بعض حلقے یہ الزام لگاتے ہیں کہ طالبان کو تقویت دینے میں آئی ایس آئی کا بہت بڑا ہاتھ ہے؟

غزوی: یہ سراسر جھوٹ پڑنی پروپیگنڈا ہے۔ افغانستان میں روس کے خلاف مجاہدین کو فتح ہوئی تو اسے امریکی اسٹیٹنگ میزائلوں کے کھاتے میں ڈال دیا گیا۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ خود امریکا کے خلاف مجاہدین ایسے حالات میں کامیاب جنگ لڑ رہے ہیں جب کہ ساری دنیا کے طواغیت ان کے خلاف ہیں۔ اللہ اپنے بندوں کی مدد کرنا چاہے تو ان کے مقابلے میں اترنے والے خواہ آئی ایس آئی والے ہوں یا چین، روس اور عرب کے مرتد حکمران، اللہ کے بندے ہی غالب ہوتے ہیں۔ یہ صرف اور صرف کلمہء توحید اور اس پر غیر متزلزل عقیدہ کے نتائج ہیں۔

بے شک آج مجاہدین مالی وسائل کے لحاظ سے کمزور ہیں مگر ان طاغوتوں سے مدد اور تعاون لینا ایک شیطانی راستہ ہے۔ جو لوگ یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ مخلص مسلمانوں کے حوصلے پست کریں، ان کو دھوکہ دیں اور انھیں بے دلی کا شکار کریں۔ آپ کو معلوم ہے کہ امارت اسلامیہ کے قیام کے دوران میں بھی بعض لوگ طالبان کو آئی ایس آئی کے ایجنٹ کہتے ہوئے نہیں شرماتے تھے مگر اس الزام کی اصلیت بھی اللہ تعالیٰ نے کھول دی جب طالبان مجاہدین، امریکا اور اس کے حلیفوں کے خلاف ڈٹ گئے اور آج بھی ان کے خلاف خون ریز جنگ میں مصروف ہیں۔ الحمد للہ ہم امیر المؤمنین ملا محمد عمر کی قیادت، اور دوسرے حق پرست علماء کی رہنمائی میں جہاد کر رہے ہیں۔ ہم کبھی کسی دوسرے کے زیر اثر نہیں رہے اور نہ ہی ہم یہ بات قبول کر سکتے ہیں کیونکہ طواغیت کے زیر اثر جہاد کرنا ہم خلاف حق سمجھتے ہیں۔ یہ قرآن کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ جو لوگ یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں ان کے جھوٹ کو اب مسلمان عوام جانتے ہیں۔ حق چھپائے نہیں چھپتا۔ مسلمان اب سمجھ گئے ہیں کہ یہ پروپیگنڈا کرنے والے اسلام کے مخالف ہیں، مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں ہیں۔

دوسری بات یہ کہ ہم کیسے پاکستان سے تعاون اور آئی ایس آئی سے راہنمائی لینے کا سوچ سکتے ہیں جب کہ حکومت پاکستان ہی کے تعاون سے امریکا کا افغانستان پر قبضہ ممکن ہوا۔ پاکستان نے بے شمار عرب اور طالبان مجاہدین کو امریکا کے حوالے کیا ہے جو آج تک کیوبا، باگرام اور پل چرخی کے اذیت خانوں میں اپنے شب و روز کاٹ رہے ہیں۔ بے شمار فرشتہ صفت عرب و طالبان مجاہدین کے خون سے پاکستانی انواع اور ایجنسیوں کے ہاتھ رنگے ہوئے ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ دنیا میں ہر جگہ مسلم عوام میں ایسے لوگ موجود ہیں جو حق پرست ہیں، حق کے طالب ہیں اور صرف حق کی محبت ہی دلوں میں رکھتے ہیں۔ ہمارا جہاد اللہ کے بعد ایسے حق پرست مسلمانوں ہی کی مدد سے جاری ہے۔

حطین: چند ماہ پہلے ملا اختر عثمانیؒ شہید کی شہادت کا واقعہ پیش آیا، کیا جاری جہاد افغانستان پر اس واقعہ

کا کوئی اثر ہوگا؟

غزنوی: ملا اختر عثمانیؒ شہید نہایت مخلص، مجاہد رہنما تھے۔ وہ ہمہ وقت جدوجہد کرنے والے اور کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کرنے والے تھے۔ امارت اسلامیہ افغانستان کے لئے ان کی عظیم خدمات ہیں۔ ان کی شہادت سے یقیناً ناقابل تلافی نقصان واقع ہوا ہے مگر الحمد للہ مجاہدین میں بہت سے ایسے باصلاحیت اور قابل مجاہد موجود ہیں جو ملا اختر عثمانیؒ شہید کی قربانی کی برکت سے جہاد کو مضبوط کریں گے اور آگے بڑھائیں گے۔ ایک اختر عثمانیؒ شہید کی شہادت سے ہزاروں اختر عثمانیؒ پیدا ہوئے ہیں جو میدان میں سرگرم عمل ہیں۔ ہم اپنے شہید قائدین کا انتقام لیں گے اور لیا بھی ہے۔ آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ غلام نبی نام کا ایک جاسوس پکڑا گیا تھا جو بعد میں مجاہدین کے ہاتھوں ذبح ہوا۔ اس کا انجام سب منافقوں اور جاسوسوں کے لئے ایک پیغام ہے کہ وہ مجاہدین کے ہاتھوں سے بچ نہیں سکیں گے۔ ملا اختر عثمانیؒ شہید کی شہادت نے مجاہدین کے حوصلے پست نہیں کئے بلکہ ان کو جلا بخشی ہے۔ وہ ہر وقت شہادت کے لئے بے تاب رہتے تھے۔ مجاہدین کو ان کی ہمیشہ یہ وصیت رہتی تھی کہ وہ اللہ کے دین کی سر بلندی کے لئے اخلاص کے ساتھ اس جہاد کو جاری رکھیں اور کبھی بھی پریشانی اور مایوسی کا شکار نہ ہوں۔ ہم مطمئن ہیں کہ ان شاء اللہ ان کا خون رنگ لائے گا اور ایک دفعہ پھر پورے افغانستان پر امارت اسلامیہ قائم ہوگی۔

ہمیں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ جہادی زندگی میں ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی عظیم ہستی بھی دنیا سے کوچ فرمائی، ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بھی اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ ہر ذی روح کو موت کی آغوش میں جانا ہے۔ زندگی تو سب نے گزارنی ہے اور موت سب کو آنی ہے۔ کامیابی یہ ہے کہ زندگی اللہ کی غلامی میں بسر ہو اور موت وہ نصیب ہو جو اللہ کی محبوب موت ہو۔ وہ خوش نصیب انسان تھے کہ جہاد کی بڑھتی ہوئی سعادت زندگی گزارنی اور شہادت کی موت پائی۔ ایسی زندگی اور موت اللہ ہمیں بھی نصیب فرمائے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔ یہ شہادت اللہ تعالیٰ ہر کسی کو نہیں دیتا بلکہ بہت کم لوگوں کو ملتی ہے تو ملا اختر عثمانیؒ شہید ہمارے لئے قابل رشک ہیں جن کو یہ غیر معمولی اور عظیم کامیابی ملی۔

حطین: ملا اختر عثمانیؒ شہید کی شہادت کیسے واقع ہوئی تھی؟

غزنوی: آپ کو معلوم ہے کہ ملعون صلیبی امارت اسلامیہ کے امراء کے خون کے پیاسے ہیں اور ان کے پیچھے ہمہ وقت جاسوس چھوڑے رکھتے ہیں، جاسوس کے نتیجے میں ہی ان کی شہادت واقع ہوئی، اللہ تعالیٰ کو ان

کی شہادت اسی وقت منظور تھی۔ دشمن کی بہت کوشش تھی کہ شہید کو زندہ گرفتار کرے مگر یہ اللہ کا خصوصی کرم اور شہید کو اللہ کی طرف سے ہی عطا کردہ کرامت تھی کہ دشمن کی یہ خواہش پوری نہ ہوئی۔ میدان جہاد میں جتنے بھی مجاہدین ہیں، یہ سب دل میں شہادت کی آرزو لئے ہوئے ہیں۔ ان کے سامنے دو بہترین انجام ہیں؛ شہید ہو جائیں یا غازی بن کر کافروں پر آگ برساتے رہیں۔

**حطین:** کیا شمالی افغانستان میں مجاہدین موجود ہیں؟ کیا وہاں کارروائیاں ہوتی رہتی ہیں؟

غزنوی: شمالی افغانستان میں جنوبی ولایتوں کی نسبت کارروائیاں کم ہیں مگر الحمد للہ وہاں مجاہدین موجود ضرور ہیں اور امارت اسلامیہ کے تحت کارروائیاں کرتے ہیں۔ کارروائیاں کم اس لئے ہیں کہ امارت، حکمت عملی اور چند مصالح کی بنیاد پر دائرہ نہیں بڑھا رہی۔ ان شاء اللہ بہت جلد ادھر بھی کارروائیاں تیر کی جائیں گی اور امریکا و امریکی کارروائیوں کی زندگیاں اجیرن بنا دی جائیں گی۔

**حطین:** ماضی کی نسبت آج افغانستان میں کارروائیاں کس رفتار سے جاری ہیں؟ اور دشمن کے نقصانات

کی کیا تفصیل ہے؟

غزنوی: موقع محل کے لحاظ سے کارروائیوں کی تعداد مختلف ہوتی ہے۔ یہ کارروائیاں چونکہ امراء ترتیب دیتے ہیں، اس لئے بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک دن میں ۲۰، ۳۰ کارروائیاں مختلف اولس والیوں میں ہو جاتی ہیں اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ تعداد بہت کم ہوتی ہے۔ بعض کارروائیوں کی کوئی خاص تعداد متعین نہیں ہوتی، کارروائیاں ہوتی ہیں مگر کسی ترتیب کے ساتھ نہیں بلکہ حالات کے مطابق، چھاپہ مار جنگ کی صورت حال ایسی ہی ہوتی ہے۔

**حطین:** افغانستان میں آج جو جہاد جاری ہے، کیا اس میں امت مسلمہ کے دیگر ممالک سے بھی مسلمان

شریک ہیں؟

غزنوی: الحمد للہ! افغانستان کے جہاد میں ساری دنیا کے مسلمانوں کی نمائندگی موجود ہے۔ ان میں سے بیشتر عملی طور پر یہاں موجود ہیں اور جو کسی وجہ سے شریک نہیں ہو سکے، وہ مالی اور فنی مدد کر رہے ہیں۔ مسلمانوں نے اس جہاد میں ہماری مدد کرنے سے ہاتھ نہیں کھینچے ہیں۔ ہم ان کے شکر گزار ہیں، خصوصاً پاکستانی عوام اور عرب مسلمانوں کے، جنہوں نے ہر طریقے سے ہماری مدد کی اور مدد کر رہے ہیں۔ میں اللہ سے پر امید ہوں کہ ان جان نثار مجاہدین کی قربانیوں کی برکت سے اللہ کا نظام صرف افغانستان میں نہیں بلکہ ساری دنیا میں ان

شاء اللہ نافذ ہو کر رہے گا۔ اور ان شاء اللہ نظام قرآنی کے ثمرات پوری دنیا کے مسلمان سمیٹیں گے۔ صرف پاکستان اور عرب کے عوام نہیں بلکہ امریکا، برطانیہ، تاجکستان، ازبکستان اور دنیا کے کونے کونے میں ایمانی جذبہ وغیرت سے سرشار مسلمان ہماری مدد میں، خالص اللہ کی رضا کے لئے پیش پیش ہیں۔ ہم ان بھائیوں کو کبھی بھول نہیں سکتے۔ اپنی دعاؤں میں ہمیشہ یہ بھائی ہمیں یاد رہتے ہیں۔ ہم دوسرے مسلمان بھائیوں سے بھی، جن تک ہماری یہ آواز پہنچے، یہ درخواست کرتے ہیں کہ جہاد فی سبیل اللہ کے اس فریضہ میں ہمارے ساتھ تعاون کریں۔

**حطین:** کیا شہیدی حملہ جاری ہیں؟ کون لوگ یہ حملے کرتے ہیں؟ اور اس کے نتائج کیا ہیں؟  
 غزنوی: الحمد للہ افغانستان کے نوجوان تو کیا پاکستان، برطانیہ، ترکی اور عرب ممالک سمیت ساری اُمت مسلمہ کے نوجوان افغانستان میں شہیدی حملوں کے لئے خود کو پیش کر رہے ہیں۔ یہ حملے کفر کے خلاف بہت موثر ہیں۔ دشمن کے مقابلے میں کم وسائل کے باوجود یہ صرف ان شہیدی حملوں کے اثرات ہیں کہ دشمن مستظلاً خوف میں ہے اور انھیں آرام و سکون کے چند لمحے بھی میسر نہیں۔ ان کے پاس ان حملوں کا کوئی توڑ نہیں بلکہ وہ اتنے زیادہ وسائل کے ہوتے ہوئے بھی دفاعی حالت اختیار کرنے پر مجبور ہے۔

**حطین:** ایک شہیدی حملے کی گاڑی کی تیاری پر کتنا خرچ آتا ہے اور اس ایک کارروائی کے نتیجے میں امریکا کو کتنا جانی اور مالی نقصان ہوتا ہے؟

غزنوی: شہیدی حملے میں ہم مختلف قسم کی گاڑیاں استعمال کرتے ہیں۔ بعض ایسی جگہیں ہوتی ہیں جہاں امریکیوں، نیٹو والوں اور مرتدین کا آنا جانا رہتا ہے یا وہاں ان کی سکونت ہوتی ہے تو وہاں ہم نئی گاڑیوں کا استعمال کرتے ہیں جن کی قیمت ۵ لاکھ سے ۸ لاکھ تک ہوتی ہے، پھر ان پر ڈیڑھ لاکھ سے لے کر ڈھائی لاکھ تک بارود کا خرچ آتا ہے۔ بعض اوقات ان گاڑیوں پر کل خرچ ۱۰ لاکھ اور ۱۲ لاکھ روپے سے زیادہ آتا ہے۔ ان گاڑیوں کو بہت محنت سے اور بڑے اچھے انداز میں تیار کرنے کے بعد دشمن کے مقابل استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات ہم گاڑی کو ایسے بنا لیتے ہیں جیسے حکومت کی گاڑی ہوتی ہیں یا جو حکومت کے بڑے بڑے عہدے داروں کے پاس ہوتی ہیں۔ جیسا کہ آپ کو پتہ ہے کہ پچھلے ماہ باگرام میں امریکی نائب صدر ڈک چین کی آمد پر جو شہیدی حملہ ہوا تھا اس میں ۵۰ سے زیادہ امریکی فوجی ہلاک ہوئے، اُس شہیدی حملے میں جو گاڑی استعمال ہوئی تھی وہ بھی بالکل نئی اور قیمتی گاڑی تھی، اور اس میں جو بارود استعمال ہوا تھا وہ بھی اعلیٰ پائے کا تھا۔ ڈک چین اُس میں زخمی ہوا تھا۔ اس حملے میں کفار کے بڑے بڑے اکابرین جہنم واصل ہوئے ہیں۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم کم وسائل کی وجہ سے ڈیڑھ لاکھ روپے تک کی پرانی گاڑی خرید لیتے ہیں اور اس میں ایک لاکھ یا کچھ کم و بیش روپے کا بارود بھر لیتے ہیں اور پھر اس سے شہیدی حملے کرتے ہیں، اس قسم کے شہیدی حملے پر ڈھائی لاکھ روپے تک کا خرچہ آتا ہے۔ بعض حملوں میں نئی اور اچھے ماڈل کے گاڑی کی ضرورت ہوتی ہے۔ تاہم مختلف اوقات میں ہم مختلف وسائل سے کام لیتے ہیں۔ ہم نے سائیکل سے لے کر موٹر سائیکل، کرولا، جیپ، فوربائی فور، لینڈ کروزر جیسی مختلف گاڑیوں سے کام لیا ہے۔

میں دنیا بھر کے مسلمانوں سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ ہمیں مالی وسائل کی فراہمی کے معاملے میں نہیں بھولیں گے۔ کیونکہ ان کے وسائل سے جو گاڑی تیار ہوتی ہے، پھر اس سے شہیدی حملہ ہوتا ہے اور جو کفار اس حملے میں جہنم واصل ہوتے ہیں تو اس کے اجر میں وہ ہمارے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ اس مالی قربانی سے ان شاء اللہ ان کے مال میں کئی گنا برکت ہوگی، ان کی اولاد میں برکت ہوگی، ان کی جوانی اور عمر میں برکت ہوگی اور ان شاء اللہ وہ ایک مطمئن زندگی گزاریں گے۔ اللہ جل جلالہ انہیں دونوں جہانوں میں مصائب و آلام سے بچائیں گے۔ اور ان شاء اللہ آخرت میں وہ اللہ کی رضا کے مستحق ہو کر سرخرو ہو گئے۔ لہذا ہم اللہ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور پھر پوری امت مسلمہ کے مسلمانوں سے درخواست کرتے ہیں کہ کفار کے خلاف خالص اللہ کی رضا کے لیے ہمارا ساتھ دیں، جانی و مالی تعاون کریں۔ اگر کسی وجہ سے جانی تعاون نہیں کر سکتے ہیں تو مالی ضرور کریں کیونکہ جہاد ہم پر اللہ کی طرف سے ایسے ہی فرض ہے جیسا کہ نماز، روزہ اور زکوٰۃ۔ ہمیں مالی امداد کی ضرورت ہے، کتنے افسوس کی بات ہے کہ ایک طرف اللہ کی رضا اور اللہ کے دشمنوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے، اپنے ہی سینوں سے ہم باندھنے اور اپنے جسموں کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے شہیدی نوجوان موجود ہوں، مگر ان کے مصارف پورے کرنے کے لیے آگے بڑھنے والے نہ ہوں۔ حالانکہ جہاد میں خرچ نہ کرنے والوں میں کتنے ہی ایسے ہیں جو پانچ بے شمار مال عبت خرچ کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کو کیا جواب دیں گے؟ کامیاب شہیدی حملے ہی ہو سکتے ہیں جب ہمیں مالی مسائل کا سامنا نہ ہو۔ اگر ہمارے مسلمان بھائی ہماری مالی امداد کا بوجھ اٹھائیں تو سائیکل پر شہیدی حملہ کرنے والے، موٹر سائیکل اور ٹرک کو استعمال کرتے ہوئے کفار کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچا سکیں گے۔

**حطین:** جہاد کے سابق قائدین سیاف اور ربانی اب کہاں ہیں؟ اگر میدان جہاد کی بجائے کہیں اور ہیں تو کیوں؟

غزنوی: ان لوگوں نے اللہ کے ساتھ خیانت کی، افغان مسلمانوں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کے

مسلمانوں سے انہوں نے غداری کی۔ روس کے خلاف جہاد میں ساری امتِ مسلمہ نے افغان جہاد میں مسلمانوں کی مدد کی، یہ لوگ اس وقت جہاد کے قائدین تھے۔ یہی لوگ جہاد کے مدعی تھے مگر کیا ہوا کہ امریکا کے خلاف جہاد کا علم اٹھانے کی بجائے خود امریکا کی جھوٹی میں جا گرے اور ان مجاہدین کے خلاف جنگ کرنے لگے جو صرف اور صرف رضائے الہی کے لیے لڑتے ہیں۔

یہ لوگ اللہ کے مقابلے میں کفار کے دوست بنے تو اللہ نے ان پر ظالم کافر کو مسلط کیا اور اس کے ہاتھوں رسوائی دلائی، آپ نے سنا ہوگا کہ چند دنوں پہلے سیاف کے گھر کی تلاشی لی گئی، اسے باندھا گیا اور اس کے گھر کے کاغذات تک اس سے لئے گئے۔ اس کے گھر کے ایک ایک صندوق کو اٹھا گیا، اس سے وہ اسٹینگر میزائل لے لئے گئے جو اسے مجاہدین کی برکت سے ملے تھے۔ اللہ نے اسے بے عزت کیا اس لیے کہ وہ امریکا سے عزت کی بھیک مانگتا تھا۔

میری طرف سے سیاف، ربانی اور دیگر تمام لوگوں کو جو کفار کی صف میں کھڑے ہیں، یہ دعوت ہے کہ ارتداد کا رستہ چھوڑ دیں، اللہ کے سامنے تائب ہو جائیں اور اللہ کو راضی کرنے کے لیے کفار کے خلاف مجاہدین کے ساتھ مل کر جہاد میں شامل جائیں۔ ورنہ جس طرح ربانی اور سیاف کو رسوائی کا سامنا کرنا پڑا اور مزید کرنا پڑے گا، اسی طرح ان سب کا بھی وہی انجام ہوگا جو صلیبوں کا ساتھ دیتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارکہ کا مفہوم ہے کہ جو ظالم کا ساتھ دیتا ہے، اللہ اس پر ظالم مسلط کر دیتا ہے۔ ان شاء اللہ یہی کچھ ہوتا رہے گا، یہ لوگ اگر ان جابروں سے بچ بھی جائیں تو مجاہدین سے نہیں بچ سکتے۔ ان شاء اللہ وہ دن دور نہیں جب اللہ کا دین غالب ہو جائے گا، اس دن یہ بھاگ نہیں سکیں گے، نادم ہوں گے مگر وہ ندامت انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی۔ میں ایک دفعہ پھر کہتا ہوں کہ ان کے پاس توبہ کے لئے مہلت ہے، اس سے فائدہ اٹھائیں اور توبہ کریں۔

**حطین:** کیا افغانی پارلیمان کے اراکین آپ کے اہداف میں سے ہیں یا نہیں؟

غزنوی: امریکی چھتری میں رہنے والے یہ پارلیمانی ممبران کفار کے آلہ کار ہیں، ان کے حمایتی ہیں۔ جو لوگ بھی طاغوتی نظام کو سہارا دیے ہوئے ہیں، ہم ان کو ہدف بنا رہے ہیں۔ جب بھی یہ مجاہدین کے ہاتھ آئیں گے ان شاء اللہ قتل ہو کر رہیں گے۔ جیسا کہ کچھ عرصہ پہلے فرید صورت نامی پارلیمانی ممبر کے بارے میں آپ نے سنا ہوگا۔ وہ ایک اہم فرد تھا اور ربانی حکومت میں عبوری وزیر اعظم رہا تھا۔ مجاہدین کے ہاتھ آیا تو قتل کیا گیا۔ دیگر پارلیمانی ممبران بھی ہمارے مستقل اہداف ہیں۔

**حطین:** کیا پارلیمان میں بیٹھی عورتوں کو ہدف بنانا بھی آپ کی ترتیب میں ہے؟

غزنوی: جی ہاں، ایسے سبھی مردوزن کے لئے اللہ کی طرف سے جزاء وفاقاً تیار ہے، ان سب کو ہدف بنانا کہ جو ظالموں کے اس نظام کو مضبوط کرتے ہیں، ہماری ترتیب میں ہے۔ اور ہم یہ قتل اپنی مرضی سے نہیں بلکہ حکم شرعی کے عین مطابق کرتے ہیں۔

**حطین:** کچھ عرصہ پہلے مجاہدین نے ایک اطالوی صحافی کو اغوا کر کے، بدلے میں استاد یاسر سمیت کئی مجاہدین کو رہا کر دیا تھا، اس واقعے کی تفصیل کیا ہے اور کیا یہ حکمت عملی مستقبل میں بھی استعمال ہوگی؟

غزنوی: اغوا کی یہ کارروائی الحمد للہ بہت کامیاب رہی۔ اطالوی صحافی کے عوض پانچ مجاہد رہنماؤں کی رہائی ایک بڑی کامیابی ہے۔ استاد یاسر، مفتی حمید اللہ، ملا داد اللہ کے بھائی، ترجمان مجاہدین مفتی عبداللطیف حکیمی اور حافظ جیسے مجاہد رہنما اس کارروائی میں رہا ہوئے اور اب الحمد للہ مجاہدین کے ساتھ محاذوں پر مصروف ہیں۔ ہم یہ کارروائیاں جاری رکھیں گے۔ یہ لوگ صحافی ہوں تو ہوتے رہیں، ہمارے نزدیک یہ حربی کافر ہیں اور اپنی قوم کے حلیف ہیں۔ اب بھی ہماری قید میں ایک فرانسیسی صحافی اور اس کے مترجمین ہیں، ان کے بدلے ہم اپنے قیدی رہا کروائیں گے یا انھیں قتل کریں گے۔ ہم نے آج تک الحمد للہ جو کام بھی کیا ہے حکم شرعی کے مطابق کیا ہے۔ ان قیدیوں سے معاملہ بھی شریعت کے خلاف نہیں ہوگا۔

**حطین:** استاد یاسر اور ان کے دوسرے ساتھیوں کی رہائی پر پاکستانی حکومت نے تنقید کی کہ وہ دہشت گردوں (مجاہدین) کو گرفتار کر کے افغان حکومت کے حوالہ کرتی ہے مگر وہ آسانی سے انھیں رہا کر دیتے ہیں۔ پاکستانی حکومت کے اس رویے پر آپ کیا کہیں گے؟

غزنوی: امارت اسلامیہ کے خلاف مرتد پرویزی حکومت کے اقدامات انتہائی شرمناک ہیں۔ گزشتہ چھ سال میں اس حکومت نے مجاہدین کے خلاف جاری جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ انھیں گرفتار کر کے امریکہ کی قیمت وصول کی۔ انھیں تعذیب و تشدد کا نشانہ بنایا، اور کتنوں کو قتل کر ڈالا۔ لیکن واشنگٹن میں بیٹھے ہوئے ان کے آقا، ہر دفعہ مزید کا مطالبہ کر دیتے ہیں۔

ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے حدیث مروی ہے:

”زوال الدنيا کلھا اھون علی اللہ من قتل رجل مسلم“

”پوری دنیا کا برباد ہونا، خدا کے ہاں ایک مسلمان شخص کے قتل سے زیادہ ہلکا ہے۔“



پس میں ان تمام لوگوں سے جو صلیبیوں کے آہ کار بلکہ غلام بنے ہوئے ہیں، کہتا ہوں کہ کفار کی غلامی چھوڑ کر اللہ کی غلامی میں آجائیں اور روز قیامت ڈریں، مجاہدین کی راہ میں رکاوٹ بننے کی بجائے اس فرض عین جہاد میں ان کا ساتھ دیں، ورنہ اللہ تعالیٰ ضرور انہیں ذلت کا انجام دکھائیں گے اور ان کے طاغوتی نظام حکومت کو ہتہ و ہر باد کر دیں گے، ان شاء اللہ۔

**حطین:** اطالوی صحافی کے ساتھ جو ترجمان افغانی صحافی اجمل نقشبندی تھا، اسے قتل کر دیا گیا۔ اس پر آپ کچھ کہیں گے؟

غزنی: اطالوی صحافی اور اس کے ترجمان اجمل نقشبندی کو مجاہدین نے ایک ساتھ ہی اغوا کیا تھا۔ اطالوی کے بدلے مجاہدین کے جو مطالبات تھے وہ کر زنی نے پورے کئے، مگر نقشبندی کی رہائی کے عوض جو ہمارے مطالبات تھے وہ اس نے قبول نہیں کئے، اور مجاہدین نے اسے برحق ذبح کر دیا۔ کر زنی نے خود اپنی صواب دید پر اطالوی کے بدلے مجاہدین رہا کئے تھے نہ اپنی خواہش پر، جب کہ نقشبندی کے حوالے سے ہمارے مطالبات تسلیم کرنا اس کی طاقت میں تھا۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ کر زنی خود غلام ہے۔ اس کے آقاؤں کے نزدیک قدر اور عزت اگر ہے تو صرف اپنے کافر ساتھیوں کے لیے ہے، خداروں کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ پس ہم ان تمام برائے نام مسلمانوں کو خبردار کرتے ہیں جو کفار کے غلام بن کر ان کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں کہ وہ جان لیں کہ اپنے آقاؤں کے نزدیک ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ ان کے پاس مہلت ہے، سو وہ نقشبندی کے انجام سے سبق سیکھیں۔ کل اگر یہ مجاہدین کے ہاتھ لگ گئے اور ان شاء اللہ ضرور لگیں گے تو ان کے یہ آقا کسی کی مدد کے لیے نہیں پہنچ پائیں گے۔

**حطین:** متعدد مغربی ادارے افغانستان میں خدمت کے نام پر آئے ہیں جو بظاہر خدمت ہی کرتے ہیں۔ امارت اسلامیہ کے مجاہدین ان کی مخالفت کیوں کرتے ہیں؟

غزنی: امارت اسلامیہ کے نزدیک مطلوب اصلی اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور غلبہ شریعت ہے نہ کہ ترقی۔ اس طرح تو روسی بھی ہماری ”ترقی“ کے لیے کام کرتے تھے۔ مگر ہم نے انہیں ترقی کے نام پر الحاد پھیلانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ آج ہماری خدمت اور ترقی کے نام پر جو سرکاری اور غیر سرکاری تنظیمیں کام کرتی ہیں ان سب کا یہ مقصد مشترک ہے کہ ہمیں ہمارے اسلامی طرز حیات سے محروم کر دیں، اور ہمارے ماحول کو فحاشی اور عریانی سے پرانگندہ مغربی معاشرے میں تبدیل کر دیں۔ یہ تنظیمیں کفار کی ثقافتی افواج ہیں لہذا انہیں ہدف بنانا اور اپنی زمین سے نکالنا ہمارا فرض ہے۔ کفار کے ان جاسوسوں کو ان شاء اللہ

بہت جلد سارے مسلمان پہچان جائیں گے اور خود مجاہدین کے حوالے لکریں گے۔ ان شاء اللہ وہ وقت بہت قریب ہے۔

**حطین:** کیا امریکا کے آنے کے بعد افغان عوام کا ”معیار زندگی“ بہتر ہوا ہے؟

غزنوی: سبحان اللہ! انسان کے معیار زندگی کو بہتر کرنا انسان کے ہاتھ میں نہیں، نہ ہی یہ اس کی ذمہ داری ہے بلکہ اللہ ہی معیار زندگی کو بہتر اور بدتر کرنے والا ہے۔ ویسے بھی معیار زندگی کی بہتری ایک مغربی نعرہ ہے۔ اسلام میں مقصود اصلی اللہ کی بندگی اور تقویٰ ہے اور رزق و کشاہی اس کا ثمرہ ہے۔ ہم اللہ ہی کو اپنا رازق سمجھتے ہیں اور اس کی فراہمی اور کشائش اسلامی اصولوں پر عمل کیے بغیر ناممکن ہے۔ بے شک امریکا یہاں کثیر وسائل لایا مگر صرف اور صرف اپنے مذموم مقاصد کے لیے اور جن مخصوص لوگوں پر یہ پیسہ خرچ کیا جا رہا ہے وہ عامۃ المسلمین کے اولین دشمن ہیں۔ امریکا کے آنے سے یہاں حالات ابتر ہو چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ افغان لوگ ملک سے نکلنے کی کوششوں میں ہیں اور جو باہر ہیں، وہ واپس آنا نہیں چاہ رہے۔ افغانی عوام امریکیوں کو پہچانتے ہیں کہ وہ ان کے دین کے دشمن ہیں اور ان سے کسی قسم کی خیر کی توقع نہیں رکھتے ہیں۔ خود امریکی قوم کو بھی یہ بات معلوم ہے۔

**حطین:** امارت اسلامیہ افغانستان اور امریکی مقبوضہ افغانستان کے ادوار میں امن کے لحاظ سے کیا فرق

ہے؟

غزنوی: زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ امارت اسلامیہ کے دور کے متعلق دشمن بھی گواہی دیتے ہیں کہ ایسا امن و امان قائم تھا جو افغانستان میں پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ پوری امارت میں مہینوں کوئی قتل نہیں ہوتا تھا، کسی چوری ڈکیتی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ افغانوں کے ذہنوں میں آج تک اس نظام کے امن اور خوشحالی کی یادیں تازہ ہیں۔ آج اگر وہ کسی وقت کو نہایت حسرت سے یاد کرتے ہیں تو امارت اسلامیہ کا زریں دور ہے۔ اُس دور کو وہ کیوں یاد نہ کریں؟... جب کہ ان کی عزت، مال اور جان محفوظ تھے، ان کے امیر المؤمنین ملامحمد عمر سے لے کر تمام حکومتی انتظامیہ کے لوگ اتنی سادگی سے زندگی بسر کرتے تھے کہ ایک عام افغانی کا معیار زندگی اگر ان سے بہتر نہیں تو کم تر ہرگز نہ تھا۔ یہ سب کچھ اللہ عزوجل کے اُس آفاقی نظام کے ثمرات تھے جسے طالبان مجاہدین نے محض اللہ کے فضل سے اللہ کی زمین پر قائم کیا تھا۔ آج جب اللہ کے نظام کی جگہ طاغوتی نظام کی اور اور اس کے فرماں بردار بندوں کی بجائے سرکش انسانوں کی حکمرانی ہے تو افغان سرزمین پر امن و خوشحالی اور راحت و سکون جیسی چیزوں کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ عالمی ذرائع ابلاغ خود اس عظیم فرق اور تبدیلی کو لکھتے اور بیان

کرتے ہیں۔ آج جو امن کے علم بردار ہیں وہ خود درجنوں بے گناہ مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں۔ ہر حکومتی اہلکار خود لوگوں کی عزتوں اور اموال کو لوٹتا ہے۔ افغانی مسلمان اس سب کچھ کو بڑی شدت سے محسوس کرتے ہیں اور ایک دفعہ پھر وہ اس جدوجہد میں ہیں کہ اللہ کے نیک بندوں کے ذریعے اللہ کی عظیم شریعت نافذ ہو، جس کے طفیل ان پر اپنے رب کی رحمتیں نازل ہوں۔ افغان سرزمین شہیدوں کے مبارک خون سے رنگی ہوئی ہے۔ اس مبارک زمین پر کفار کے خبیث ہاتھوں سے کبھی امن آ ہی نہیں سکتا ہے۔ افغانستان میں امن ان شاء اللہ ضرور آئے گا مگر مومنین صادقین کے ہاتھوں، نہ کہ مرتدین اور کفار کے ہاتھوں۔

**حطین:** امارتِ اسلامیہ نے ٹی وی اور وڈیو کی دکانوں پر پابندی لگائی تھی آپ اس حوالے سے کیا کہیں گے؟

غزنی: امارتِ اسلامیہ نے ٹی وی پر پابندی لگائی تھی، اب بھی لگاتی ہے اور آئندہ بھی لگائے گی۔ یہ ہمارے دین کا مسئلہ ہے۔ ہمارے لیے ٹھیک اور غلط وہ نہیں ہے جسے کفار ٹھیک اور غلط کہیں۔ ہمارے لیے ٹھیک وہ ہے جسے اسلام ٹھیک کہے اور غلط وہی ہے جسے اسلام ناجائز کہے۔ ٹی وی چینل بے حیائی اور اخلاق باختگی پھیلانے کا ذریعہ ہیں، یہ ابلتیس کی ابلتیس اور شیطنیت کے فروغ کا ذریعہ ہیں۔ اگر کوئی ٹی وی کو حالات حاضرہ جاننے کا ذریعہ سمجھتا ہے تو اس مقصد کے لیے دوسرے ذرائع موجود ہیں۔

کفار نے ہمارے خلاف بڑا پروپیگنڈہ کیا ہے کہ طالبان نہایت سخت تھے، ان کے قوانین ”غیر انسانی“ تھے حالانکہ ہمارے نزدیک حقیقی معیارات ”انسانی“ یا ”غیر انسانی“ نہیں صرف اسلامی اور غیر اسلامی ہیں۔ ہم نے قرآن کے علاوہ کسی اور غیر شرعی ذریعے سے رہنمائی نہیں لی۔ حقیقت یہ ہے کہ جب بھی مسلمان شریعت پر عمل پیرا ہو گئے کفار کے لیے ناقابل قبول ہو گئے۔ لہذا ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہماری امارتِ اسلامیہ کے خلاف شیطان کے دوستوں اور غلاموں نے نفرت کا اظہار کیا اور کر رہے ہیں۔ میں تمام مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ اگر اپنا اور اپنے بچوں کا ایمان سلامت چاہتے ہیں تو اپنے گھروں سے ٹی وی کو نکال پھینکیں۔

باقی رہی ہماری سختی تو ہم نے یقیناً سختی کی مگر مظلوم کی حمایت میں، اور ظالم کے خلاف۔ ہم نے سرکش اور اللہ کے باغی فتنہ پردازوں کے خلاف طاقت کی زبان استعمال کی، ان کے خلاف جنہوں نے اللہ کی مخلوق میں فساد پھیلا یا اور مسلمانوں کو ان کے دین سے دور لے گئے۔ اس سختی پر ہمیں فخر ہے اور یہ سختی ہم نے خاص اللہ کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے کی اور اسی جائز سختی ہی کے طفیل تو افغانستان امن کا گوارہ بنا تھا۔

**حطین:** امارتِ اسلامیہ پر یہ بڑا اعتراض ہے کہ اس نے خواتین کے تعلیمی اداروں کو بند کیا تھا اور خواتین

پر تعلیم کے دروازے بند کئے تھے۔ اس حوالے سے آپ کیا کہیے گا؟

غزنوی: امارت اسلامیہ نے صرف ان تعلیمی اداروں کو بند کیا تھا جن میں غیر اسلامی اور مخلوط ماحول تھا یا غیر اسلامی تعلیمی نصاب پڑھایا جاتا تھا۔ باقی خواتین کے لیے علیحدہ علمی ادارے موجود تھے اور اسی طرح طلباء کے لیے بھی ادارے تھے مگر طاغوتی ذرائع ابلاغ کو وہ ادارے اس لیے نظر نہیں آتے تھے کہ وہ ان کی کفریہ تہذیب کی آماجگاہیں نہیں تھیں۔ ایک اسلامی معاشرہ اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ تعلیمی اداروں سے شیطانی تہذیب کے آثار مٹانے دیئے جائیں۔ الحمد للہ! یہی کچھ ہم نے کیا اور ان شاء اللہ کرتے رہیں گے۔ ہمارے جہاد کا مقصد محض کفار کو قتل کرنا نہیں ہے بلکہ تمام فتنوں کو ختم کر کے اللہ کے خالص دین کو نافذ کرتے ہوئے اسلامی معاشرے کا قیام ہے، چاہے اسے مغرب اور مغرب کے حاشیہ نشین بد تہذیبی اور دقیانوسی کہیں۔

**حطین:** کہا جاتا ہے کہ امارت اسلامیہ کا دور ختم ہوتے ہی خواتین نے پردہ کرنا چھوڑ دیا، فحاشی و عریانی سے بھرپور فلمیں بازاروں میں بکنے لگیں اور شراب کھلے بندوں پی جانے لگی۔ کیا یہ صحیح ہے؟

غزنوی: افغانستان کے عوام فطری طور پر نہایت باحیاء، اسلام پر جان دینے والے اور کفر سے نفرت کرنے والے ہیں۔ صلیبیوں نے آکر اپنے ذرائع ابلاغ اور دولت کے زور سے ان میں بے دینی عام کرنے کی نہایت کوشش کی اور کر رہے ہیں، تاہم انھیں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ شہروں میں اس بے دینی کی شاذ و نادر نمائش ضرور ہوتی ہے اور ان لوگوں کی طرف سے ہوتی ہے جو خصیث کفار کے پالے ہوئے آلہ کار ہیں جب کہ عام افغانی مسلمان اب بھی اسلام پر جان دینے والے اور قرآن کے نظام کو چاہنے والے ہیں۔

**حطین:** وزیرستان میں قبائلی اور ازبک مجاہدین کے درمیان کچھ عرصہ پہلے جو جنگ ہوئی، آپ اس پر کیا تبصرہ کریں گے؟

غزنوی: وزیرستان میں ہونے والے ناخوشگوار واقعے پر امارت اسلامیہ افغانستان کو بہت افسوس ہے۔ دراصل اس سارے فساد کے پیچھے طاغوتی ایجنسیوں کی برسوں کی محنت اور ریشہ دانیوں کا ہاتھ ہے۔ جہاد کی پوری تاریخ میں دشمنان دین ایسی سازشیں کرتے رہے ہیں۔ اصل امتحان تو جہادی جموعوں اور ان کے قائدین کا ہے کہ وہ ان سازشوں کو سمجھیں۔ ساتھ ہی یہ بات بھی اہم ہے کہ تمام جہادی مجموعے نیکی کے معاملات میں باہم تعاون کریں۔ مل کر شرکاء مقابلہ کریں اور آپس میں اخوت و محبت کے جذبات کو فروغ دیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ﴾ (ال عمران ۱۲۰) ”اور اگر تم صبر کرو گے اور تقویٰ اختیار کرو گے تو ان کا فریب (چالیں) تمہیں کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔“

حطین: آپ امت مسلمہ کو امارت اسلامیہ کے نمائندے کے طور پر کیا پیغام دیں گے؟  
 غزنوی: میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو گواہ بناتے ہوئے امارت اسلامیہ افغانستان کی طرف سے ساری امت مسلمہ کو یہ دعوت دیتا ہوں کہ جہاد کے اس فریضہ میں ہمارا بھرپور ساتھ دیجیے اور اپنے جان و مال سے ہماری مدد کیجیے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے دین کی سر بلندی کی خاطر، دین کے دشمن یہود و نصاریٰ کے خلاف قتال میں اگر آپ نے ہمارا ساتھ نہ دیا تو قیامت کے دن آپ اپنے رب کو کیا جواب دیں گے؟ آج تو آپ بے شمار جواز اور عذر پیش کرتے ہوئے دنیا والوں کو مطمئن کر لیں گے، مگر کیا اللہ کے سامنے یہ خود ساختہ دلیلیں پیش کر کے بچ جائیں گے؟ میرے بھائیو اور بہنو! میں آپ کو اُس دن کا واسطہ دیتا ہوں..... جب انسان اپنے محبوب اقربا سے دور بھاگے گا..... اللہ کو راضی کرنے کے لیے جہاد کے راستے کو اختیار کیجئے۔ اور اس راہ میں جان قربان کیجئے جس راہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود جان دینے کی خواہش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب سے راضی ہو، آمین۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

## جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت و تعاون کے چالیس طریقے

ادارہ تحقیقات جہاد

عالمی تحریک جہاد آج کفر کی عالمگیر یلغار کے بالمقابل، دفاع امت کے لیے سینہ سپر ہے۔ اس فی سبیل اللہ جہاد میں اپنا حصہ ڈالنے کی بہت سی عملی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یہ سب صورتیں اگر نگاہوں کے سامنے ہوں تو امت کا ہر مرد و زن اور پیر و جوان ہر قسم کے حالات میں جہاد کے مبارک عمل سے کسی نہ کسی طور وابستہ رہ سکتا ہے۔ ذیل کی صورتوں میں ہم جہاد میں شرکت کی انہی عملی جہتوں کو واضح کرنے کی کوشش کریں گے:

### ۱۔ جہاد میں شرکت کا پختہ عزم کرنا

پہلی بات جو ہم سب کے لیے بطور مسلمان ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ہم اپنے نفس کو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے آمادہ کریں اور دل میں اس کام کے لئے اتنا پختہ عزم رکھیں کہ جہاں کہیں سے آواز آئے ”یا خیل اللہ إرکبھی!“، ”اے اللہ کے شہسوار! نکل کھڑے ہو“ تو ہمیں فی سبیل اللہ نکل کھڑے ہونے میں ذرا تاثر نہ ہو۔ ہم ذہنی طور پر اتنے یکسو ہو جائیں کہ جب کبھی ہمارے بھائیوں کو مدد کی ضرورت پڑے، ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے اتباع کے لیے تیار ہوں گے:

”وَإِذَا اسْتَفْرُتُمْ فَأَنْفِرُوا“

”اور جب تم سے (جہاد کے لیے) نکلنے کا کہا جائے تو نکل کھڑے ہو“۔ (بخاری: کتاب الجہاد و

السیر، باب فضل الجہاد و السیر)

اگر ایک مسلمان اپنے دل میں جہاد کا پختہ عزم کر لے لیکن کسی عذر کی وجہ سے میدان قتال تک نہ پہنچ پائے تو اس کو لامحالہ اس عظیم محرومی پر حسرت و ندامت ہوتی ہے۔ اس کے دل کی کیفیت ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کیفیت سے مشابہ ہوتی ہے جو مالی تنگی کے باعث جہاد پر نہ جاسکے۔ قرآن ان نفوس قدسیہ کے ایمانی رنج و غم کا نقشہ کچھ یوں کھینچتا ہے:

﴿وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا اتَّوَكَّ لِحِمْلِهِمْ قُلْتُ لَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّ

أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ﴾ (التوبة: ۹۲)

”اور اسی طرح ان لوگوں پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہ آپ انہیں

سواری دیں، تو آپ نے فرمادیا کہ میرے پاس کوئی پیڑ نہیں جس پر میں تمہیں سوار کرادوں، تو وہ اس حال میں واپس ہوئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اس غم میں کہ انہیں کچھ میسر نہیں جو وہ خرچ کریں۔“ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

”سبحان اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں عشقِ الہی کا وہ نشہ پیدا کیا تھا کہ جس کی مثال کسی قوم و ملت کی تاریخ میں موجود نہیں۔ مستطیع اور مقدور والے صحابہؓ کو دیکھو تو جان و مال سب کچھ اللہ کے راستے میں لٹانے کو تیار ہیں اور سخت سے سخت قربانی کے وقت بڑے ولولے اور اشتیاق سے آگے بڑھتے ہیں۔ جن کو مقتدر نہیں وہ اس غم میں رو رو کر جان کھوئے لیتے ہیں کہ (کاش) اس محبوبِ حقیقی کی راہ میں قربان ہونے کے لیے اپنے کو پیش کر سکتے۔ حدیث صحیح میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم مدینہ میں ایک ایسی قوم کو اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو جو ہر قدم پر تمہارے اجر میں شریک ہے۔ تم جو قدم اللہ کے راستے میں اٹھاتے ہو یا کوئی جنگل قطع (طے) کرتے ہو یا کسی پگڈنڈی پر چلتے ہو، وہ قوم برابر ہر موقع پر تمہارے ساتھ ساتھ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں واقعی مجبور یوں نے تمہارے ساتھ چلنے سے روکا۔ حسن کے مرسل میں ہے کہ یہ مضمون بیان فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت: ﴿وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا اتَّوَكَّ لِحَمْلِهِمْ قُلْتُمْ لَا أَعِدُّمُ﴾ تلاوت فرمائی۔“ (تفسیر عثمانی: شرح آیت ۹۲، سورہ توبہ)

پس ایسے مواقع پر ہم سب کی قلبی کیفیت بھی یہی ہونی چاہیے۔ اس کے برعکس ایک رویہ اس شخص کا ہے جو وقت گزرنے اور جہاد کا دروازہ بند ہو جانے کا انتظار کرتا ہے، اور پھر کہتا ہے کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں ”محمفوظ“ رکھا۔ ایسا شخص درحقیقت جہاد کرنا ہی نہیں چاہتا اور اس کا یہ رویہ درحقیقت منافقین کے رویے کے مشابہ ہے، اللہ ہم سب کو منافقت سے محفوظ رکھے! (آمین) ایسے غیر یکسو لوگ اگر کسی مجبور سے میدان میں نکل بھی آئیں تو فائدے کے بجائے الٹا مجاہدین کی صفوں میں انتشار پھیلانے کا باعث بنتے ہیں اور آزمائشوں کے وقت بھاگ نکلتے ہیں۔ بلاشبہ ان دونوں افراد میں زمین و آسمان کا فرق ہے؛ ایک وہ جو جہاد سے پیچھے رہ جانے پر حسرت سے روتا ہے اور ایک وہ جو دل ہی دل میں خوش ہوتا ہے کہ جہاد چھوڑنے کا بہانہ مل گیا، حالانکہ بظاہر دونوں کا عمل ایک سا ہوتا ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید خوب جاننے والا ہے۔

جس دل میں جہاد فی سبیل اللہ کا پختہ عزم ہو اس دل میں منافقت جمع نہیں ہو سکتی۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَهُ مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِّنْ نِّفَاقٍ“

”جو شخص اس حال میں مرا کہ نہ تو اس نے جہاد کیا اور نہ ہی جہاد کا ارادہ کیا تو وہ ایک طرح کی منافقت پر

مرا۔“ (مسلم: کتاب الجہاد و السیر: باب ذم من لم یغز و لم یحدث نفسه بالغزو)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

”المراد أن من فعل هذا فقد أشبه المنافقين المتخلفين عن الجهاد في هذا الوصف

فإن ترک الجہاد أحد شعب النفاق.“

”مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے بھی یہ رویہ اختیار کیا تو وہ اس (مذموم) صفت میں جہاد سے پیچھے رہ

جانے والے منافقین کے مشابہ ہو گیا اور جہاد ترک کرنا تو بلاشبہ منافقت ہی کی ایک قسم ہے۔“ (شرح

النووی: الجزء الخامس، کتاب الإمارة)

بعض اہل علم نے یہ بھی لکھا ہے کہ نیت جہاد کے باوجود، کسی مجبوری کے باعث نہ نکل سکنے کا عذر بھی اسی

شخص کی طرف سے قابل قبول ہوگا، جو جہادی تربیت حاصل کر چکا ہوگا۔ گویا وہ شخص جس نے ابھی تربیت

حاصل ہی نہیں کی، اس کی نیت کا بھی کیا اعتبار؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”و أما النفاق الأصغر : فهو النفاق في الأعمال و نحوها : مثل أن يكذب إذا حدّث و

يخلف إذا وعد و يخون إذا أوّتمن أو يفجر إذا خاصم... و من هذا الباب : الإعراض

عن الجهاد ، فإنه من خصال المنافقين . قال النبي صلى الله عليه و سلم : { مَنْ مَاتَ

وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَهُ مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِّنْ نِّفَاقٍ } رواه مسلم . و قد أنزل الله

”سورة البراءة“ التي تسمى الفاضحة ؛ لأنها فضحت المنافقين . أخرجاه في

الصحيحين عن ابن عباس قال : هي الفاضحة ، ما زالت تنزل (و منهم...) حتى ظنوا

أن لا يبقى أحد إلا ذكر فيها . و عن المقداد بن الأسود قال : هي ”سورة البحوث“

لأنها بحثت عن سرائر المنافقين . و عن قتادة قال : هي المشيرة ، لأنها أثارَت مخازي

المنافقين . و عن ابن عباس قال : هي المبعثرة ، ..... و عن ابن عمر : إنها مقشقة .

لأنها تبرئ من مرض النفاق ..... قال الأصمعي : و كان يقال لسورتى الإخلاص :



المقشقشتان؛ لأنها يبرئان من النفاق. وهذه السورة نزلت في آخر مغازي النبي صلى الله عليه وسلم: غزوة تبوك عام تسع من الهجرة وقد عز الإسلام وظهر. فكشف الله فيها أحوال المنافقين و وصفهم فيها بالجبن وترك الجهاد. و وصفهم بالبخل عن النفقة في سبيل الله والشح على المال. وهذان داءان عظيمان: الجبن والبخل. قال النبي صلى الله عليه وسلم: {شَرُّمَا فِي رَجُلٍ شَحٌّ هَالَعٌ وَجِبْنٌ خَالِعٌ} حديث صحيح؛... وقال تعالى: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ﴾ فحصر المؤمنين فيمن آمن وجاهد. وقال تعالى: ﴿لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ﴾ إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ﴾ فهذا إخبار من الله بأن المؤمن لا يستأذن الرسول في ترك الجهاد؛ وإنما يستأذنه الذي لا يؤمن فكيف بالتارك من غير إستئذان؟“

”جہاں تک نفاق اصغر کا تعلق ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص منافقانہ اعمال کرتا ہو، مثلاً بات کرتے وقت جھوٹ بولنا، وعدہ کر کے خلاف ورزی کرنا، امانت میں خیانت کرنا، جھگڑے کے وقت گالی دینا وغیرہ۔ نیز جہاد سے منہ پھیرنا بھی نفاق اصغر کے ذیل میں آتا ہے کیونکہ یہ منافقین کی خصلت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ: ”مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِّنْ نَّفَاقٍ“ جو شخص اس حال میں مرا کہ نہ تو اس نے جہاد کیا اور نہ ہی دل میں جہاد کا ارادہ کیا تو وہ ایک طرح کی منافقت پر مرا۔“ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سورہ برأت (سورہ توبہ) نازل فرمائی جس کو ”الفاضحة“ یعنی رسوا کرنے والی سورت بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس سورت کے مضامین نے منافقین کو رسوا کر ڈالا۔ صحیحین میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”یہی تو رسوا کرنے والی سورت ہے۔ اس سورہ مبارکہ میں ”وَ مِنْهُمْ“ (اور ان منافقین میں کچھ ایسے بھی ہیں.....) کے مضمون سے شروع ہونے والی مختلف آیات مسلسل نازل ہوتی رہیں یہاں تک کہ منافقین یہ سمجھنے لگے کہ ان میں سے کوئی بھی نہیں بچ پائے گا، ہر ایک کا ذکر اس سورت میں کر دیا جائے گا۔“

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ”یہ سورت ”سورۃ البُحُوث“ ہے، یعنی تحقیق و تفتیش

کرنے والی سورت کیونکہ اس نے منافقین کے پوشیدہ اسرار کی کھوج لگا کر انھیں آشکارا کیا ہے۔“

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: یہ سورت ”سورۃ المَیْمِرَةِ“ ہے، یعنی بائیں پھیلائے والی سورت، کیونکہ اس نے منافقین کو رسوا کرنے والی بائیں پھیلا دی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: یہ سورت ”سورۃ المُبْتَعَثَةِ“ یعنی راز فاش کرنے والی سورت ہے..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: یہ سورت ”المقشقة“ ہے،

یعنی شفاء دینے والی سورت، کیونکہ یہ منافقت کے مرض سے شفاء دیتی ہے..... اصمعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ان دو سورتوں کو، یعنی (سورۃ توبہ اور) سورۃ اخلاص کو ”مقشقتان“ کہا جاتا ہے کیونکہ

یہ دونوں سورتیں مرض نفاق سے شفا دیتی ہیں۔ اور یہ سورت (یعنی سورۃ توبہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری غزوے، غزوہ تبوک کے موقع پر سن نو (۹) ہجری میں نازل ہوئی جب کہ اسلام سارے جزیرہ

عرب میں غالب ہو چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں منافقین کے احوال کھول کر رکھ دیئے، بزدلی اور ترک جہاد کو ان کی نمایاں صفات قرار دیا اور یہ بھی بتلایا کہ یہ منافق اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے

وقت بخل سے کام لیتے ہیں اور مال کے معاملے میں انتہائی حریص ہیں۔ بلاشبہ یہ دونوں بہت ہی بڑی بیماریاں ہیں، یعنی بزدلی اور بخل۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ: ”شَرُّ مَا فِي رَجُلٍ شَحُّ هَالِعٍ

وَجُبْنٌ خَالِعٌ“ ”دو بدترین صفات جو کسی انسان میں ہو سکتی ہیں، وہ ہیں شدید بخل اور سخت بزدلی۔“ (أبو داؤد: کتاب الجہاد: فی الجرأة والجن، وهو حدیث صحیح) جب کہ دوسری طرف

اللہ تعالیٰ سچے اہل ایمان کی نشانی یہ بتلاتے ہیں کہ: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ

الضَّالِقُونَ﴾ ”حقیقت میں تو مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے پھر انھوں نے کوئی شک نہ کیا اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے۔ وہی سچے

لوگ ہیں“۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حصر کے ساتھ صرف انھی لوگوں کو مومن قرار دیا ہے جنھوں نے ایمان لانے کے بعد جہاد کیا۔ (جب کہ اللہ نے جہاد سے فرار چاہنے والوں کے متعلق فرمایا کہ:)

﴿لَا يَسْتَاذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَ

اللَّهُ عَلَيْهِمُ بِالْمُتَّقِينَ ۝ إِنَّمَا يَسْتَاذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ

قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ﴾ (التوبة: ۲۴، ۲۵) ”جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے

ہیں وہ کبھی بھی آپ سے اس بات کی اجازت نہیں مانگیں گے کہ وہ (پیچھے رہیں) اپنے اموال اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے سے، اور اللہ متیقن کو خوب جانتا ہے۔ آپ سے (جہاد سے پیچھے رہ جانے کی) اجازت صرف وہی لوگ مانگیں گے جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، جن کے دلوں میں شک ہے اور وہ اپنے شک ہی میں متردد ہو رہے ہیں۔“

گویا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کا اعلان ہے کہ مومن کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد چھوڑنے کی اجازت نہیں مانگتا، بلکہ اجازت تو وہی مانگتا ہے جو مومن نہ ہو۔ جب اجازت لے کر جہاد سے پیچھے رہنے والے کا عند اللہ یہ مقام ہے تو اس شخص کا مقام کیا ہوگا جو جہاد چھوڑنے کے لیے اجازت لینے کی بھی رحمت نہ کرے؟“

(مجموع الفتاویٰ، مجلد: ۲۸، ص: ۴۳۶)

پس اے مسلمان بھائیو! پیچھے اس بات سے کہ آپ منافقین کی سی موت مرجائیں یا ان کی مشابہت اختیار کریں۔ رہا وہ شخص جو مجاہدین کو ملامت کرتا ہے اور جہاد پر یہ طرح طرح کے اعتراضات کرتا ہے تو اسے اپنی اس جسارت پر اللہ سے ڈرنا چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ آخرت سے پہلے دنیا ہی میں اللہ کا عذاب اسے آن دبوچے۔

نسأل اللہ العافیة!

ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ لَقِيَ اللَّهَ بَغِيْرٍ اَثْرٍ مِّنْ جِهَادٍ لَّقِيَ اللَّهَ وَفِيْ اِيْمَانِهِ ثُلْمَةٌ“

”جو شخص اللہ تعالیٰ کے حضور اس حال میں حاضر ہوگا کہ اس کے جسم پر جہاد کا کوئی اثر نہ ہوگا تو وہ گویا اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے دین میں رخنہ ہوگا۔“ (ترمذی: کتاب فضائل الجہاد

عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: باب ما جاء في فضل المرابط)

صاحب مظاہر حق اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

”اثر سے مراد علامت اور نشان ہے۔ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص اس حال میں اس دنیا سے رخصت ہوگا کہ نہ تو اس کے جسم پر جہاد کی کوئی علامت ہوگی جیسے زخم یا راستے کا غبار یا جسمانی تکلیف کا کوئی نشان، اور نہ اس کے نامہ اعمال میں شرکتِ جہاد کا کوئی ثبوت ہوگا، جیسے جہاد اور مجاہدین کی ضروریات میں اپنا مال خرچ کرنا یا مجاہدین کو سامانِ جہاد فراہم کرنا، تو گویا وہ اس حالت میں مرے گا کہ اس کے دین میں رخنہ (نقص) ہوگا۔“ (مظاہر حق: جلد ۳، صفحہ ۸۱۹)

اللہ تعالیٰ ہمیں جہاد کا پختہ عزم کرنے، منافقت کی تمام اقسام سے بچنے اور اپنے دین و ایمان کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

## ۲۔ اللہ رب العزت سے سچے دل سے شہادت طلب کرنا

دوسری بات یہ کہ ہم میں سے ہر شخص کو اللہ تبارک و تعالیٰ سے سچے دل سے، عاجزی کے ساتھ شہادت کا سوال کرنا چاہیے کیونکہ جو شخص بھی طلب شہادت میں سچا ہو، اللہ اسے ضرور اس مرتبے پہ فائز فرماتے ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ طَلَبَ الشَّهَادَةَ صَادِقًا أُعْطِيَهَا وَلَوْ لَمْ تُصِبْهُ“

”جس شخص نے سچے دل سے شہادت طلب کی تو اسے (شہداء کا درجہ) دے دیا جاتا ہے اگرچہ اُسے

شہادت نہ ملے۔“ (مسلم: کتاب الإمارة: باب إستحباب طلب الشهادة في سبيل الله)

جب کہ ایک اور روایت میں یہ الفاظ ملتے ہیں کہ:

”مَنْ سَأَلَ اللَّهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَغَهُ اللَّهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَإِنْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ“

”جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے شہادت طلب کی تو اللہ اُسے شہداء کے مقام تک پہنچا دیں

گے اگرچہ وہ اپنے بستر پر ہی جان کیوں نہ دے۔“ (مسلم: کتاب الإمارة: باب إستحباب

طلب الشهادة في سبيل الله)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

”.....أي: و لو مات غير شهيد فهو في حكم الشهداء و له ثوابهم.“

”.....یعنی اگر (شہادت کا) یہ (سچا طالب) شہادت کی موت نہ مرا، تب بھی یہ شہید ہی کے حکم میں ہوگا اور

اس کو شہداء جیسا ثواب ملے گا۔“ (مرواۃ المفاتیح شرح مشکاة المصابیح: کتاب الجہاد: ۳۸۰۸)

امام المجاہدین عبداللہ عزام شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”و لكن الصدق في طلب الشهادة هو إعداد العدة: (وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ

عُدَّةً) أما أن تمر عشر سنوات على الجهاد في أفغانستان، والطريق آمنة، والحدود

مفسوحة، ولا يصل بشاور، فهذا نرجو الله أن يغفر له إن كان يظن أنه صادق في

طلب الشهادة، ألم تر إلى ذلك الأعرابي الذي قال لرسول الله صلى الله عليه و

سلم: أتبعتك على أن أضربها هنا... حلقه... فأدخل الجنة، فأصيب الأعرابي

حيث أشار فقال صلى الله عليه و سلم : (صدق الله فصدقه).

”سچے دل سے شہادت طلب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ (عملاً شہادت کی راہوں پر چلنے) کی تیاری کی جائے۔ (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں): ﴿وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً﴾ ”اور اگر ان کا واقعی (جہاد کے لیے) نکلنے کا ارادہ ہوتا تو یہ اس کے لیے کچھ ساز و سامان ضرور تیار کرتے۔“ لیکن اگر معاملہ یہ ہو کہ جہاد افغانستان کو شروع ہوئے سا لہا سال گزر جائیں، سرحدیں کھلی ہوں، راستے بھی مامون ہوں اور کوئی (طلبگار شہادت) پشاور تک بھی نہ پہنچ پائے اور پھر بھی اپنے بارے میں یہی گمان کرتا ہو کہ وہ شہادت کی طلب میں سچا ہے تو اس کے لیے ہم اللہ سے بخشش ہی کی دعا کر سکتے ہیں۔ کیا آپ نے اس اعرابی کو نہیں دیکھا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا: ”میں نے اس لیے آپ کی پیروی کی ہے کہ مجھے یہاں (یعنی حلق پر تیر) لگے اور پھر میں جنت میں داخل کر دیا جاؤں۔“ پھر جب وہ اعرابی دوران غزوہ یحینہ اسی جگہ تیر لگنے سے شہید ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”صَدَقَ اللَّهُ فَصَدَقَهُ“ (النسائی: کتاب الجنائز: باب الصلاة على الشهداء) ”وہ اللہ کے ساتھ سچا تھا چنانچہ اللہ نے بھی اس کی بات کو سچ کر دکھایا۔“

الغرض سچے دل سے شہادت کا سوال ہی کسی شخص کو اس بشارت کا مستحق بنا تا ہے۔ اور یاد رکھو کہ جو شخص سچے دل سے شہادت کا متلاشی ہو وہ قصداً کبھی بھی جہاد سے منہ نہیں پھیرتا، کبھی راہ فرار نہیں اختیار کرتا۔ ایسے طالبان شہادت تو ہر ممکن طریقے سے جہاد کے ساتھ جڑنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور جب کبھی جنگ یا موت کی آواز سنتے ہیں لپک کر موت کی گھاٹیوں اور وادیوں میں جا پہنچتے ہیں۔

ترجو النجاة ولم تسلك مسالكها إن السفينة لا تجري على اليبس

تو نجات بھی چاہتا ہے مگر اس کا راستہ نہیں اختیار کرتا بلاشبہ بحری جہاز خشکی پر نہیں چلا کرتے

### ۳۔ جہاد میں عملی شرکت کے لیے نکلنا

جہاد فی سبیل اللہ، اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے افضل ترین اعمال میں سے ہے۔ رضائے الہی کے حقیقی طلبگار تو اس عظیم عبادت کی ادائیگی کے مواقع تلاش کرتے ہیں۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والوں کے دل ہمیشہ جنگ کے میدانوں میں اٹکے رہتے ہیں، کیونکہ ان کے محبوب نبی علیہ الصلوٰۃ و التسليم کے قلب مبارک کی کیفیت بھی کچھ ایسی ہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

”وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْلَا أَنْ يَشُقَّ عَلَيَّ الْمُسْلِمِينَ مَا قَدَدْتُ خِلَافَ سَرِيَّةٍ تَغْزُو

فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَبَدًا وَلَكِنَّ لَا أَحَدُ سَعَةً فَاحْمِلَهُمْ وَلَا يَحِدُونَ سَعَةً وَيَشْقُ عَلَيْهِمْ أَنْ  
يَتَخَلَّفُوا عَنِّي، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ دِدْتُ أَنِّي أَعَزُّو فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأُقْتَلُ ثُمَّ أَعَزُّو  
فَأُقْتَلُ ثُمَّ أَعَزُّو فَأُقْتَلُ“

”اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! اگر مجھے مسلمانوں کے مشقت میں  
پڑ جانے کی فکر نہ ہوتی تو میں کبھی بھی اللہ کے رستے میں جنگ کرنے والے کسی لشکر سے پیچھے نہ بیٹھتا۔ لیکن  
نہ تو میرے پاس اتنی (مالی) وسعت ہے کہ میں (سواروں کا بندوبست کر کے سب) مسلمانوں کو ساتھ  
لے جا سکوں اور نہ ہی خود ان کے پاس اتنی (مالی) گنجائش ہے۔ اور یہ بات تو ان پر بہت ہی شاق گزرتی  
ہے کہ (میں) جہاد پر چلا جاؤں (اور یہ مجھ سے پیچھے رہ جائیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد (صلی  
اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! میری شدید تمنا ہے کہ میں اللہ کے رستے میں جنگ کروں اور مارا جاؤں، پھر  
جنگ کروں اور مارا جاؤں، پھر جنگ کروں اور مارا جاؤں۔“ (مسلم: کتاب الإمارة: باب فضل  
الجهاد والخروج في سبيل الله)

قتل و قتال کا یہ رستہ پکار پکار کر جنت کے متلاشیوں کو اپنی طرف دعوت دیتا ہے۔ فضائل قتال سے متعلق  
آیات و احادیث کے مطالعے سے یوں محسوس ہوتا ہے گویا اللہ تعالیٰ نے اس راہ کے راہبوں پر اپنی رحمت و  
معفرت کے سارے ہی دروازے کھول دیئے ہیں۔ ارشادِ نبوی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

”مَنْ قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَوْقَ نَاقَةٍ فَقَدْ وَجِبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ“

”جس شخص نے بھی اتنی دیر اللہ کی راہ میں قتال کر لیا جتنی دیر اونٹنی (کا دودھ دو مرتبہ دہنے) کے درمیان  
وقفے میں لگتی ہے تو اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔“ (أبو داود: کتاب الجهاد: باب فيمن  
سأل الله الشهادة)

صحیح بخاری میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مَا غَبَرَتْ قَدَمًا عَبْدٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ“

”جس شخص کے قدم بھی اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو گئے، جہنم کی آگ اسے نہیں چھوئے گی۔“

(بخاری: کتاب الجهاد والسير: باب من اغبرت قدما في سبيل الله)

اسی طرح ایک اور حدیث میں یہ الفاظ ملتے ہیں کہ:

”لَعْدُوَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَ لَقَابٌ قَوْسٍ أَحَدَكُمْ أَوْ مَوْضِعٌ

يَدِهِ فِي الْحَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَلَوْ أَنَّ امْرَأَةً مِّنْ نِّسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَطْلَعَتْ إِلَى الْأَرْضِ لَأَضَاءَتْ مَا بَيْنَهُمَا وَكَمَلَتْ مَا بَيْنَهُمَا رِيحًا وَلَنْصِيفُهَا عَلَى رَأْسِهَا خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا“

”اللہ کے راستے میں ایک صبح یا ایک شام گزرنے اور دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، اس سب سے بہتر ہے۔ اور تم میں سے کسی شخص کو اپنی کمان برابر یا اپنے ہاتھ کے برابر جگہ جنت میں مل جانا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سب سے بہتر ہے۔ اور اگر اہل جنت کی عورتوں میں سے کوئی ایک عورت بھی زمین کی طرف نکل آئے تو زمین و آسمان کے درمیان جو کچھ ہے وہ جگمگا اٹھے اور خوشبو سے بھر جائے۔ اور اس کے سر پر موجود اوڑھنی دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے“۔ (ترمذی: کتاب فضائل الجہاد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : باب ما جاء في فضل الغدوة والرواح في سبيل الله)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

”ومعنى هذا الحديث : أن فضل الغدوة والروحة في سبيل الله و ثوابها خير من نعيم الدنيا كلها لو ملكها الإنسان و تصور تنعمه بها كلها، لأنها زائل و نعيم الآخرة باق.“

”اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے راستے میں ایک صبح اور ایک شام کے لئے نکلنے کی فضیلت اور اس کا ثواب دنیا کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے۔ یعنی چاہے دنیا کی تمام نعمتیں انسان کی ملکیت میں ہوں اور اس کے لئے ان سب سے لطف اندوز ہونا بھی ممکن ہو (جب بھی یہ اجر و ثواب ان نعمتوں سے بدرجہا بہتر ہے) کیونکہ دنیا کی یہ نعمتیں تو زائل ہو جانے والی ہیں جب کہ آخرت کی نعمتیں باقی رہنے والی ہیں۔“

(شرح النووي على مسلم : كتاب الإمارة: باب فضل الغدوة و الروحة في سبيل الله)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

”ويحتمل أن المراد أن هذا القدر خير من الثواب الذي يحصل لمن لو حصلت له الدنيا و أنفقها في سبيل الله.“

”اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس (حدیث سے) مراد یہ ہو کہ (ایک صبح یا شام اللہ کی راہ میں نکلنے سے) جس قدر ثواب ملتا ہے، وہ اس ثواب سے کہیں زیادہ ہے جو کسی ایسے شخص کو ملے گا جسے ساری دنیا کی نعمتوں کا مالک بنا دیا جائے اور وہ ان سب کو اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالے۔“

(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، مجلد ۷، کتاب الجہاد)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ یہ دونوں اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”قلت: و يؤيد هذا الثاني ما رواه ابن المبارك في كتاب الجهاد من مرسل حسن، قال: بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم جيشاً فيه عبد الله بن رواحة، فتأخر ليشهد الصلاة مع النبي صلى الله عليه وسلم، فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: والذي نفسي بيده، لو أنفقت ما في الأرض ما أدركت فضل غدوتهم.“

”میری رائے یہ ہے کہ اس دوسرے قول کی تائید حسن کی اس مرسل روایت سے بھی ہوتی ہے جو حضرت عبداللہ بن مبارک نے اپنی کتاب الجہاد میں نقل کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا جس میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (ایک آخری) نماز پڑھنے کی غرض سے رک گئے (اور لشکر آپ سے پہلے روانہ ہو گیا)، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! اگر جو کچھ زمین میں ہے وہ سب تم (اللہ کی راہ میں) خرچ کر ڈالو تو بھی ان (مجاہدین) کے ایک صبح چلنے کی فضیلت کو نہیں پہنچ سکتے۔“

(فتح الباري: كتاب الجهاد والسير: باب الغدوة والروحة في سبيل الله)

یہ جلیل القدر صحابیؓ، مدینہ منورہ میں، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جہاں کی ایک نماز دیگر پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہوتی ہے، خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں نماز پڑھنے کی غرض سے کچھ دیر رک جاتے ہیں۔ جہاد ترک کرنے کا ارادہ نہیں فرماتے، بلکہ محض لشکر میں شامل ہونے اور فی سبیل اللہ نکلنے میں تھوڑی سی تاخیر کر دیتے ہیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بھی ان صحابیؓ کی گرفت فرماتے ہیں اور ان پر یہ واضح کر دیتے ہیں کہ ان کا ساری دنیا کے اسباب و اموال کو خرچ کر دینا راہ جہاد کی ایک صبح یا شام کے اجر کے برابر نہیں۔ اگر کسی صحابیؓ کا اتنا عظیم عمل جہاد کی ایک صبح یا شام کے مساوی نہیں تو بھلا غیر صحابیؓ کا، اور بالخصوص ہم خطا کاروں کا کوئی نیک عمل کہاں اتنا اہم ہو سکتا ہے کہ اس کی خاطر ہم فرض عین جہاد سے محض تھوڑی سی دیر کے لئے ہی نہیں، مستقل طور پر پیچھے بیٹھ جائیں؟ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

”جاء رجل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ذلني على عمل يعدل الجهاد، قال: لا اجده، قال: هل تستطيع اذا خرج المجاهد ان تدخل مسجدك فتقوم ولا



تَفْتَرُ وَ تَصُومَ وَلَا تَفْطِرَ، قَالَ: وَمَنْ يَسْتَطِيعُ ذَلِكَ؟ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: إِنَّ فَرَسَ الْمُجَاهِدِ  
لَيَسْتَنْ فِي طَوْلِهِ فَيُكْنَبُ لَهُ حَسَنَاتٍ“

”ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو جہاد کے  
برابر ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
کہ کیا تم اس بات کی استطاعت رکھتے ہو کہ جب مجاہد (اپنے گھر سے) نکلے تو تم مسجد میں داخل ہو جاؤ،  
پھر (نماز کے لئے) کھڑے ہو اور وقفہ نہ کرو اور روزہ رکھو اور افطار نہ کرو۔ وہ شخص کہنے لگا کہ اس کی  
طاقت بھلا کون رکھتا ہے؟“ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ: ”بلاشبہ مجاہد کا گھوڑا جب رسی میں اچھل کود  
کرتا ہے تو اس پر بھی مجاہد کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔“ (بخاری: کتاب الجہاد والسیر: باب  
فضل الجہاد والسیر)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں اس عنوان سے ایک باب باندھا ہے کہ: ”باب فی فضل من قتل  
کافراً“، یعنی ”اس شخص کی فضیلت کا بیان جس نے کافر کو قتل کیا“۔ اس باب میں آپ یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ:  
”لَا يَجْتَمِعُ فِي النَّارِ كَافِرٌ وَ قَاتِلُهُ أَبَدًا“  
”کافر اور اس کا قاتل (جہنم کی) آگ میں کبھی اکٹھے نہیں ہوں گے۔“ (ابوداؤد: کتاب الجہاد:  
باب فی فضل من قتل کافراً)  
علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”والضابطة فيه أن القاتل لا يجتمع مع المقتول، فإن ذهب أحدهما إلى الجنة يذهب  
الآخر إلى النار.“

”اس معاملے میں اصول یہ ہے کہ قاتل اور مقتول ایک جگہ اکٹھے نہیں ہوں گے۔ اگر ایک جنت میں جائے  
گا تو دوسرا جہنم میں۔“ (فیض الباری علی صحیح البخاری، المجلد الرابع: کتاب الجہاد)  
اب چونکہ کافر کا انجام تو بیٹنگی کی دوزخ ہے، لہذا اسے فی سبیل اللہ قتل کرنے والا مجاہد کبھی دوزخ میں نہیں  
جائے گا۔ جہاد فی سبیل اللہ اور قتل و قتال کے انھی فضائل کو دیکھتے ہوئے علماء فرماتے ہیں کہ:

”لا يقدر الإنسان على بيانه لأن الجهاد ذروة سنام الإسلام وفيه كبت الكفر  
والضلال.“

”انسان (جہاد کے) ان (فضائل کو) کما حقہ بیان کرنے کی قدرت ہی نہیں رکھتا کیونکہ جہاد تو اسلام کے

کوہان کی چوٹی ہے اور اسی میں کفر و گمراہی کی ذلت ہے۔“

(أنوار المحمود علی سنن أبی داود: الجزء الثاني: کتاب الجهاد)

ایک طرف جہاد کے یہ لامتناہی فضائل ہیں جو ہر اہل ایمان کو اپنی طرف کھینچتے ہیں تو دوسری جانب یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جہاد محض سنت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں ہے، بلکہ یہ سابقہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے صحابہؓ کی سنت بھی ہے۔ پس انبیاء علیہم السلام کی محبت اور اتباع کا تقاضا بھی یہی ہے کہ انسان جہاد کو دانتوں سے پکڑے رکھے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَكَايِنٍ مِّن نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رَبِّيُونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ﴾ (آل عمران: ۱۳۶)

”اور کتنے ہی انبیاء ایسے گزرے ہیں جن کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے جنگ کی۔ پھر جو مصیبتیں ان کو اللہ کی راہ میں پہنچیں ان کی وجہ سے نہ ہمت ہارے نہ کمزور پڑے اور نہ ہی عاجز ہوئے، اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“

مولانا عاشق الہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی شرح میں فرماتے ہیں:

”دنیا میں عہد قدیم سے ایمان و کفر کی جنگ رہی ہے۔ سیدنا حضرت ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں جب سے اہل کفر کا وجود ہوا اسی وقت سے اہل ایمان اور اہل کفر کا آپس میں مقابلہ اور مقاتلہ ہوتا رہا ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے جو ساتھی تھے انھیں اپنے اپنے زمانے میں کافروں سے جنگیں کرنی پڑیں۔ دشمن کے مقابلے میں ان حضرات نے جانوں کی بازی لگائی۔ ان آیات میں ان حضرات کی تعریف فرمائی گئی کہ انھوں نے اللہ کی راہ میں جنگ کرنے میں نہ ہمت ہاری نہ سستی دکھائی، نہ دشمن کے سامنے عاجزی ظاہر کی۔ صبر و ثبات اور استقامت کے ساتھ جنگ کرتے رہے۔ ..... امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان تمام امور میں عبرت و نصیحت ہے کہ تم سے پہلی امتیں انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ مل کر دشمنوں سے جم کر لڑیں اور مصائب اور شدائد سے نگھبرائیں۔ تمہارے ساتھ جو کچھ پیش آیا ہے وہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اللہ والوں کو ایسی مشکلات پیش آتی ہی ہیں۔ دشمن اپنی کوششیں جاری رکھتے ہیں، جنگ کرنی ہی پڑتی ہے، اپنے آدمی بھی مقتول ہوتے ہیں۔ ہر صورت حال پر قابو پانے کو اپنا وطیرہ بناؤ اور جم کر لڑو۔ سستی اور کمزوری نہ دکھاؤ۔ دشمن کے سامنے عاجز نہ ہو جاؤ۔“

(تفسیر انوار البیان، جلد اول)

اسی طرح سورہ توبہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعَدًّا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ ..... ﴾ (التوبة: ۱۱۱)

”بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، پس (کافروں کو بھی) قتل کرتے ہیں اور خود بھی قتل ہوتے ہیں۔ یہ اللہ کے ذمے ایک سچا وعدہ ہے تو ریت اور انجیل اور قرآن میں.....“

صاحب تفسیر مظہری اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”و فيه دليل على أن أهل الملل كلهم أمروا بالجهاد و وعدوا عليه بالجنة.“

”اور یہ (فرمان مبارک) اس بات کی دلیل ہے کہ تمام (انبیاء کی) ملتوں کو جہاد کا حکم دیا گیا تھا اور اس

کے بدلے میں ان سے جنت کے وعدے کئے گئے تھے۔“ (تفسیر المظہری: المجلد الرابع)

جہاد کے یہ فضائل جان لینے کے بعد، یہ سمجھ لینے کے بعد کہ جہاد کی راہ دراصل راہ انبیاء علیہم السلام ہے، بھلا کوئی صاحب ایمان جہاد میں شرکت سے پیچھے رہنا گوارا کر سکتا ہے؟ اس موقع پر یہ نکتہ بھی واضح رہنا ضروری ہے کہ ہم یہاں ”غربت کے خلاف جہاد“، ”جہالت کے خلاف جہاد“، ”پولیو کے خلاف جہاد“، ”جمہوری نظام کے قیام کے لیے انتخابی جہاد“ اور ایسے ہی دیگر من گھڑت جہادوں کی بات نہیں کر رہے۔ ہم تو یہاں اس جہاد کی بات کر رہے ہیں جسے شریعت کی اصطلاح میں جہاد کہا جاتا ہے، جو جہاد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کیا اور جسے سلف صالحین نے ٹھیک ٹھیک سمجھا۔ ایک صحیح حدیث میں وارد ہے کہ ایک صحابی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں:

”وَمَا الْجِهَادُ؟“

”جہاد کیا ہے؟“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”أَنْ تُقَاتِلَ الْكُفَّارَ إِذَا لَقَيْتَهُمْ“

”(جہاد) یہ (ہے) کہ جب تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو تم ان سے جنگ کرو۔“ (مسند أحمد:

مسند عمرو بن عبسہ)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جہاد کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”و هو لغة المشقة، و شرعاً بذل المجهود في قتال الكفار.....“

”جہاد کا لغوی مطلب مشقت و جدوجہد کرنا ہے، جب کہ اس کا شرعی معنی یہ ہے کہ کفار کے خلاف قتال میں اپنی بھرپور کوشش لگائی جائے.....“ (مرواۃ المفاتیح شرح مشکاة المصابیح: المجلد السابع، کتاب الجہاد)

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”و شرعاً بذل الجهد في قتال الكفار لإعلاء كلمة الله“

”جہاد کا (شرعی) مطلب ہے: کفار کے خلاف قتال میں اللہ کے کلمے کی سر بلندی کے لیے اپنی پوری کوشش کھپانا۔“ (عمدة القاري شرح صحيح البخاري: ج ۱۲، ص ۷۸)

شرح کرمانی میں جہاد کی یہ تعریف درج ہے کہ:

”قتال الكفار لتقوية الدين.“

”دین کی تقویت کے لیے کفار کے خلاف قتال کرنا۔“ (شرح الکرمانی: ج ۱۲، ص ۹۶)

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”الجهاد إستفراغ الوسع في مدافعة العدو.“

”جہاد کا مطلب ہے حملہ آور دشمن کو چھٹاڑنے میں اپنی انتہائی قوت لگا ڈالنا۔“ (بحوالہ: مظاہر حق: جلد سوم، کتاب الجہاد)

صاحب ”مجمع الأنهر“ لکھتے ہیں:

”الجهاد في اللغة بذل ما في الوسع من القول و الفعل. و في الشريعة: قتل الكفار و نحوه من ضربهم و نهب أموالهم و هدم معابدهم و كسر أصنامهم و غيرهم، و المراد الإجتهد في تقوية الدين بنحو قتال الحربيين، و الذميين، و المرتدين الذين هم أخص الكفار للإنكار بعد الإقرار، و الباغين.....“

”لغت میں جہاد سے مراد ہے (کسی کام میں) اپنی قوی و فعلی قوتیں جتنا بس چلے کھپا دینا۔ جب کہ شریعت میں (جہاد سے مراد ہے) کفار کو قتل کرنا اور ایسے ہی دیگر افعال کرنا مثلاً: کفار کو مارنا، ان کا مال لوٹنا، ان کی عبادت گاہیں منہدم کرنا اور ان کے بت توڑنا وغیرہ۔ گویا جہاد سے مراد یہ ہے کہ دین کی

تقویت کی خاطر جدوجہد کرتے ہوئے حربی کافروں سے قتال کرنا، (معاہدہ شکن) ذمیوں سے قتال کرنا، مرتدین سے قتال کرنا جو درحقیقت کفار کی خبیث ترین قسم ہیں کیونکہ انھوں نے (حق کا) اقرار کرنے کے بعد اس کا انکار کیا اور اسی طرح باغیوں سے قتال کرنا.....“ (مجمع الأنهر شرح ملتقى

الأبحر: کتاب السیر)

پس جہاد کا حقیقی مفہوم جو اسلاف نے سمجھا تھا، یہی ہے کہ ایک مومن قتال فی سبیل اللہ میں اپنی صلاحیتیں پوری طرح لگا دے۔ آج جب کہ جہاد فرض عین ہو چکا ہے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ میدان جہاد کی طرف رخ کرے، میدان میں اتر کر کافروں کا مقابلہ کرے، ان کی گردنیں مارنے کی سعادت حاصل کرے، پھر اپنی جان بھی اللہ کے سامنے پیش کر دے..... اور یوں اپنا مقصود اعلیٰ یعنی رضائے الہی پاجائے۔ آج اللہ تعالیٰ نے زمین کے ہر خطے میں جہاد کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ افغانستان سے لے کر شیشان و عراق تک اور فلسطین سے لے کر صومالیہ و سوڈان تک جہاد کے کتنے ہی میدان اللہ تعالیٰ نے اس امت کو فراہم کر دیئے ہیں۔ پس آج جہاد میں شرکت کی موثر ترین صورت یہی ہے کہ ہم ان محاذوں کا رخ کریں اور دیگر مجاہدین کے شانہ بشانہ دشمنان دین کا مقابلہ کریں۔ یہی آج کا سب سے اہم فرض عین ہے۔

### ۴۔ اپنے مال سے جہاد کرنا

مال سے جہاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مجاہدین اور جہاد فی سبیل اللہ کی ضروریات پر مال خرچ کیا جائے۔ مجاہدین کو تائید الہی کے بعد، اسباب کے ذیل میں یہی دو اساسی چیزیں درکار ہوتی ہیں: افراد کا راور مالی وسائل۔ اسی لیے قرآن بار بار اہل ایمان کو انھی دو باتوں پر ابھارتا ہے، یعنی مالی جہاد اور بدنی جہاد۔ شیخ یوسف العثیمیری شہید رحمۃ اللہ علیہ (۱) فرماتے ہیں:

”قرآن میں بہت سے مقامات پر جہاد بالمال اور جہاد بالنفس کا ذکر اکٹھے آیا ہے، اور بالعموم جہاد بالمال کا تذکرہ جہاد بالنفس سے پہلے کیا گیا ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مالی جہاد، بدنی جہاد سے افضل ہے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ مالی جہاد، جہاد کی ایسی قسم ہے جس کی مخاطب ساری امت ہے۔ رجال کا ر کے معاملے میں کفایت تو افراد امت کی ایک مطلوبہ تعداد کے نکلنے سے پوری ہو جاتی ہے مگر مال کے معاملے میں کفایت تب ہی حاصل ہوتی ہے جب پوری امت اکٹھی ہو کر اس فرض کو ادا کرے اور جہاد و مجاہدین کی خاطر اپنے مال کی قربانی دے کیونکہ مال تو جہاد کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ پس جہاد بالمال کے حکم کے مخاطبین جہاد بالنفس کے مخاطبین سے کہیں زیادہ ہیں۔ اسی لیے قرآنی

آیات میں جہاد بالمال کو جہاد بالنفس پر مقدم رکھا گیا، کیونکہ اس کے مخاطبین میں تو مرد اور عورتیں، جوان اور بوڑھے اور چھوٹے اور بڑے سب ہی شامل ہیں۔“

جہاد بالمال کے لیے یہ ضروری نہیں کہ خرچ کی گئی رقم بہت بڑی ہو۔ مومن کے ذمے تو بس یہ ہے کہ وہ اتنا مال خرچ کرے جو اللہ کے دربار میں اس کی نجات کا باعث بن سکے۔ جہاد بالمال جب ہم پر فرض عین ہو جائے تو اصل مقصود تو اتنا مال خرچ کرنا ہوتا ہے جس سے فرضیت کا یہ بار ہماری گردن سے اتر جائے اور ہم عند اللہ بری، الذمہ ہو جائیں، چاہے محض تھوڑا ہی سال خرچ کرنے سے یہ مقصد حاصل ہو جائے۔ نسائی شریف، مسند احمد اور دیگر کتب حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”سَبَقَ دَرَاهِمٌ مِّائَةَ أَلْفٍ دِرْهَمٍ“

”ایک درہم ایک لاکھ درہم سے آگے نکل گیا!“

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تعجب سے دریافت فرمایا:

”يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ؟“

”یا رسول اللہ! یہ کیسے؟“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”كَانَ لِرَجُلٍ دَرَاهِمَانِ تَصَدَّقَ بِأَحَدِهِمَا وَأَنْطَلَقَ رَجُلٌ إِلَى غُرُضٍ مَالِهِ فَأَخَذَ مِنْهُ مِائَةَ أَلْفٍ دِرْهَمٍ فَتَصَدَّقَ بِهَا“

”ایک شخص کے پاس دو ہی درہم تھے اور اس نے ان میں سے بھی ایک صدقہ کر دیا، جب کہ ایک دوسرا شخص اپنے کل مال کے ایک چھوٹے سے حصے کی طرف بڑھا اور اس میں سے ایک لاکھ درہم نکال کر صدقہ کر دیئے (چنانچہ پہلا شخص کم دینے کے باوجود آگے نکل گیا)۔“ (نسائی: کتاب الزکاۃ: باب جہد المقل)

اللہ تعالیٰ کے دربار میں صدقے کی قبولیت کا معیار یہ نہیں ہے کہ کتنا مال دیا جا رہا ہے، بلکہ معیار تو یہ ہے کہ کتنے میں سے کتنا دیا جا رہا ہے۔ اصل چیز مال کی مقدار نہیں بلکہ دینے والے کی کیفیت اور اس کا اخلاص ہے۔ مسند احمد اور ابوداؤد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ:

”أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟“

”سب سے افضل صدقہ کون سا ہے؟“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جُهْدُ الْمُقِلِّ.....“

”وہ صدقہ جو کم مال والا تکلیف اٹھا کر دے“ (أبو داؤد: کتاب الزکاة، باب فی الرخصة فی ذلک)

یعنی ایسے شخص کا صدقہ جو خود مال کا محتاج ہو، تھوڑی ہی سی جمع پونجی رکھتا ہو مگر اس میں سے بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے نہ رکے۔ پس اللہ سے ڈریے اور جو بہترین مال آپ اپنے لیے پسند کرتے ہیں اسے اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔ اور یہ ادب بھی بس ایک بار کر دینا کافی نہیں بلکہ جہاد کے لیے اپنی آمدن میں سے ایک حصہ مستقلاً مقرر کر لیں کیونکہ محاذوں پر جنگ جاری ہے اور مجاہدین کو مال کی ضرورت ہے۔“

(إضاءات علی طریق الجهاد)

جہاد بالمال کے حوالے سے شیخ عبداللہ عزام شہید رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ یہاں نقل کرنا بھی فائدے سے خالی نہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

”جہاد بالمال بھی آج فرض عین ہے اور جب تک جہاد کو مال کی ضرورت ہے مسلمانوں کے لیے حرام ہے کہ وہ (اپنی جائز ضرورت سے زیادہ) مال جمع کر کے رکھیں۔“

آپ کا یہ فتویٰ جیسے پہلے افغان جہاد میں درست تھا ویسے ہی آج دوسرے افغان جہاد پر بھی ٹھیک ٹھیک منطبق ہوتا ہے۔ جہاد تو آج بھی اسی طرح مال کا محتاج ہے بلکہ پہلے سے بڑھ کر، کیونکہ تب تو مقابلہ تہاروس سے تھا، جب کہ آج ساری دنیائے کفر: امریکہ، نیٹو، اقوام متحدہ، حتیٰ کہ مسلم علاقوں کی حکومتیں اور افواج بھی مقابلے میں کھڑی ہیں۔ ان سب کے مقابلے کے لیے تو کئی کئی حکومتوں کے مصارف درکار ہیں، لہذا اگر امت کا ہر فرد اس فرض کی ادائیگی میں اپنا حصہ ڈالے گا تبھی جہاد اور مجاہدین کی مالی ضروریات پوری ہو پائیں گی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار احادیث، جہاد میں خرچ کرنے پر ابھارتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک صحابیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مہاروالی اونٹنی لے کر حاضر ہوئے اور فرمایا:

”هَذِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ“

”یہ اللہ کی راہ میں (صدقہ) ہے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سَبْعُ مِائَةِ نَاقَةٍ كُلُّهَا مَخْطُومَةٌ“

”تیرے لیے اس کے بدلے میں قیامت کے دن سات سو اونٹنیاں ہوں گی جو تمام کی تمام مہارواہی ہوں گی۔“ (مسلم: کتاب الإمارة: باب فضل الصدقة في سبيل الله و تضعيفها)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ:

”..... یحتمل أن يكون المراد أن له أجر سبع مائة ناقة في غير سبيل الله، و أن يكون

علی ظاہرہ، و يكون له في الجنة بها سبع مائة ناقة ير كبتها حيث شاء للنتزه.....“

”..... اس فرمان سے یہ مراد ہو سکتی ہے کہ اس شخص کو سات سو ایسی اونٹنیاں صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا جنہیں (جہاد) فی سبیل اللہ کے سوا کسی اور (نیکی کی) راہ میں صدقہ کیا گیا ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حدیث سے اس کے ظاہری معنی ہی مراد ہوں، یعنی اس شخص کو جنت میں سات سو اونٹنیاں دی جائیں گی جن پر بیٹھ کر وہ جہاں چاہے گا سیر کی غرض سے گھومے پھرے گا.....“

(مرقاة المفاتيح: المجلد الثاني، كتاب الجهاد، الفصل الثاني)

ایک اور حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ انْفَقَ رُؤُوسَيْنِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ دَعَاهُ حَزَنَةُ الْجَنَّةِ، كُلُّ حَزَنَةٍ بَابٍ أَى قُلْ هَلُمَّ“

”جس شخص نے اللہ کی راہ میں جوڑا (یعنی دو چیزیں) خرچ کیں، اسے جنت کے دربان بلائیں گے، ہر

دروازے کے دربان؛ کہ اے فلاں! ادھر آؤ!“ (بخاری: کتاب الجهاد و السير: باب فضل

النفقة في سبيل الله)

صاحب کشف الباری اس حدیث کی شرح میں علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ:

”انفاق زوجین سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس کسی نوع کی ایک چیز ہے تو اس کے ساتھ دوسری

بھی ملائے اور اسے جوڑی بنائے۔ چنانچہ اگر اس کے پاس ایک درہم ہے تو ایک اور ملا کر دو کا انفاق

کرے، اسی طرح اگر ایک السحہ ہے تو جوڑی بنا کر انفاق کرے۔“ (کشف الباری عما في صحيح

البخاري: كتاب الجهاد: باب فضل النفقة في سبيل الله)

گویا حدیث ہمیں انفاق فی سبیل اللہ کے آداب بھی سکھلاتی ہے اور یہ بھی بتاتی ہے کہ اس فعل کا اجر کتنا

عظیم ہے۔ دیگر نیکیاں کرنے والوں کے لیے جنت کا کوئی ایک دروازہ مخصوص ہوتا ہے، روزے داروں کے

لیے علیحدہ دروازہ، نمازیوں کے لیے علیحدہ دروازہ وغیرہ۔ لیکن جہاد بالمال کا یہ انوکھا انداز اختیار کرنے والے

کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں اور ان کے دربان خود پیکار پیکار سے بلا تے ہیں۔ اللہ



ہمیں اس سعادت سے محروم نہ فرمائے۔ آمین!

صحیح مسلم کی ایک حدیث اس شبہہ کو بھی دور کرتی ہے کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے مال کم ہوتا ہے۔ اس حدیث کے آخری کلمے میں ایک صحابیؓ اپنی اہلیہ کو ایک مجاہد کی ضروریات پر مال خرچ کرنے پر ابھارتے ہیں اور فرماتے ہیں:

”..... لَا تَحْبِسِي عَنْهُ شَيْئًا ، فَوَاللَّهِ لَا تَحْبِسِي مِنْهُ شَيْئًا فَيُبَارِكُ لَكَ فِيهِ“

”..... اس (مجاہد) کو دینے سے کوئی مال بچا کر نہ رکھنا۔ اللہ کی قسم اس مال میں سے کوئی چیز نہ روکنا تاکہ

تمہارے اس مال میں برکت ڈال دی جائے۔“ (مسلم: کتاب الإمارة: باب فضل إعانة

الغازي في سبيل الله بمر كوب)

گویا مجاہد میں مال خرچ کرنے سے مال گھٹتا نہیں، بلکہ یہی اتفاق تو مال میں برکت کے نزول کا باعث بنتا ہے۔ اسی طرح ابن ماجہ کی ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

” مَنْ أَرْسَلَ نَفَقَةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ أَقَامَ فِي بَيْتِهِ فَلَهُ بِكُلِّ دِرْهَمٍ سَبْعُ مِائَةِ دِرْهَمٍ وَمَنْ عَزَا

بِنَفْسِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ أَنْفَقَ فِي وَجْهِهِ ذَلِكَ فَلَهُ بِكُلِّ دِرْهَمٍ سَبْعُ مِائَةِ أَلْفِ دِرْهَمٍ ، ثُمَّ

تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ: ﴿ وَاللَّهُ يَضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ ﴾

”جس شخص نے اللہ کی راہ میں مال بھیجا اور خود اپنے گھر میں رکا رہا تو اسے ہر درہم کے بدلے سات سو

درہم ملیں گے۔ اور جس شخص نے خود اللہ کی راہ میں جنگ کی اور اسی راہ میں مال بھی خرچ کیا تو اسے ہر

درہم کے بدلے سات لاکھ درہم ملیں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَاللَّهُ

يَضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ ﴾ ”اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے (اجر) دوچند کیے دیتا ہے۔“

(ابن ماجہ: ۹۶۶/۶، حدیث رقم: ۲۷۶۱)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں:

”..... دلالة على أن المذكور هو أقل الموعود، و الله يضاعف لمن يشاء أضعافًا

كثيرًا.“

”..... (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت) اس بات کی دلیل کے طور پر (تلاوت فرمائی) کہ حدیث میں

جس اجر کا ذکر کیا گیا ہے وہ تو وہ کم سے کم ثواب ہے جس کا وعدہ کیا جا رہا ہے اور اللہ جس کے لیے چاہے (اس

سے بھی) کئی گنا زیادہ بڑھادے۔“ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الجہاد)

پس ضرورت آج اس امر کی ہے ان فضائل کو نگاہوں میں رکھتے ہوئے تمام اہل ایمان جہاد بالمال میں اپنا حصہ ڈالیں۔ کفار کی پوری کوشش ہے کہ مجاہدین کے تمام مالی وسائل و ذرائع کاٹ دیئے جائیں، بیک کھاتے منجمد اور معاونت کرنے والے ادارے بند کر دیئے جائیں اور مجاہدین کی مالی اعانت کرنے والوں کے ساتھ بھی وہی بہیمانہ سلوک کیا جائے جو خود مجاہدین کے ساتھ روا رکھا جا رہا ہے۔ کفار و منافقین کے یہ حربے کچھ نئے نہیں۔ قرآن دشمنان دین کا یہ قول آج سے ساڑھے چودہ سو سال قبل بیان کرتا ہے کہ:

﴿لَا تَنْفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنْفَضُوا﴾ (المنافقون: ۷)

”ان لوگوں پر (مال) مت خرچ کرو جو رسول اللہ کے ساتھ ہیں تاکہ وہ منتشر ہو جائیں۔“

لیکن ساتھ ہی اللہ تعالیٰ دشمنوں کی اس بات کے پس منظر میں موجود غلطی بھی درست کئے دیتے ہیں کہ:

﴿وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ﴾ (المنافقون: ۷)

”اور زمین و آسمان کے خزانوں کا مالک تو اللہ ہی ہے لیکن منافق اس بات کی سمجھ نہیں رکھتے۔“

پس امت کا فرض بنتا ہے کہ وہ ان سازشوں کو ناکام بنائے اور اللہ پر توکل کرتے ہوئے، اسی سے مدد مانگتے ہوئے امت کے دفاع میں کھڑے مجاہدین کی بھرپور مالی معاونت کرے اور جہاد کے لیے درکار ہر قسم کے وسائل انھیں فراہم کرے۔ ہماری آخرت کی فلاح بھی اسی میں ہے اور دنیا میں کفر کے غلبے سے نجات پانے کی راہ بھی یہی ہے۔ نیز اس امر کا بھی پورا اہتمام کیا جائے کہ یہ اموال جہاد کے نام لیوا ان لوگوں تک نہ پہنچیں جو ابھی تک طاغوتی ایجنسیوں کے زیر سایہ کھڑے ہیں اور کفر و اسلام کی اس صریح عالمگیر جنگ میں اپنا وزن اہل ایمان کے پلڑے میں ڈالنے میں ناکام رہے ہیں۔ امت کی نصرت کے اصل مستحق وہ حقیقی مجاہدین ہیں جو اپنی ایمانی بصیرت سے کام لیتے ہوئے کفر کا اصل چہرہ پہچان چکے ہیں، طاغوت..... چاہے عالمی ہو یا مقامی..... سے ادنیٰ سا تعاون لینا بھی اپنی ایمانی غیرت اور حکم شریعت کے منافی جانتے ہیں اور محض اللہ پر توکل کرتے ہوئے اور پھر اہل ایمان کی نصرت پر بھروسہ کرتے ہوئے عالمی نظام کفر سے ٹکر لینے کے لیے میدان میں نکل آئے ہیں۔

۵۔ مجاہد کا ساز و سامان پورا کرنا

جہاد فی سبیل اللہ میں اپنا حصہ ڈالنے کی ایک اہم صورت یہ ہے کہ کسی مجاہد کا ساز و سامان پورا کر دیا جائے۔ احادیث مبارکہ میں اس عمل کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

”مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَدْ غَزَا“

”جس شخص نے اللہ کی راہ میں لڑنے والے کا ساز و سامان پورا کر دیا تو گویا وہ خود لڑا۔“ (بخاری:

کتاب الجهاد و السیر: باب فضل من جهز غازیاً أو خلفه بخیر

اس طرح ایک اور حدیث میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

”مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقَصَ مِنْ أَجْرِ الْغَازِيِ شَيْئًا“

”جس شخص نے اللہ کی راہ میں لڑنے والے کا ساز و سامان پورا کر دیا اسے بھی اس لڑنے والے کے برابر اجر ملے گا بغیر اس کے کہ اس لڑنے والے کے اجر میں کوئی کمی واقع ہو۔“

(ابن ماجہ: کتاب الجهاد، باب من جهز غازیاً)

یہاں ساز و سامان فراہم کرنے سے کیا مراد ہے؟ صاحب کشف الباریؒ یہ بات واضح کرتے ہوئے لکھتے

ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ:

”آدمی کسی (جہاد میں شریک کسی دوسرے) آدمی کو سامان جہاد فراہم کرتا ہے، اسلحے کا انتظام کرتا ہے اور زائد

راہ وغیرہ مہیا کرتا ہے۔“ (کشف الباری عما فی صحیح البخاری: کتاب الجهاد و السیر: جلد اول)

ایک دوسری روایت میں یہ صراحت بھی موجود ہے کہ کتنا سامان فراہم کرنے سے انسان اس بشارت کا

مستحق بنتا ہے:

”مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى يَسْتَقِيلَ.....“

”جس شخص نے اللہ کی راہ میں لڑنے والے کا ساز و سامان پورا کر دیا یہاں تک کہ وہ مجاہد کسی (چیز) کا

محتاج نہ رہا.....“ (ابن ماجہ: کتاب الجهاد، باب من جهز غازیاً / و مثله فی مسند

أحمد: أول مسند عمر بن الخطابؓ / و النحاكم: کتاب الجهاد)

یعنی اس زبردست اجر و ثواب کا مستحق وہ شخص ہے جو کسی مجاہد کی تمام تر ضروریات، اس کا اسلحہ، زاد راہ،

کپڑے، خوراک، اور تمام دیگر مصارف پورے کر دے اور مال اور وسائل کے حوالے سے اس کی کوئی

ضرورت باقی نہ رہنے دے۔ اس سے کم درجے کی مدد و اعانت پر کچھ ثواب تو ملے گا، لیکن مجاہد کے برابر اجر کا

مستحق وہی شخص ہوگا جو اس کی پوری تیاری کروائے۔

اس کے برعکس ایک وہ شخص ہے جو کسی طرح بھی مجاہدین کی مدد نہیں کرتا۔ ایسا شخص رسول اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کی انتہائی سخت وعید کا نشانہ بنتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”مَا مِنْ أَهْلٍ بَيْتٍ لَا يَغُزُّو مِنْهُمْ غَازٍ أَوْ يُجَهِّزُ غَازِيًا بِسَلْكِ أَوْ إِبْرَةِ أَوْ مَا يَعْدِلُهَا مِنْ

الْوَرَقِ أَوْ يَخْلُفُهُ فِي أَهْلِهِ بِخَيْرٍ إِلَّا أَصَابَهُمُ اللَّهُ بِقَارِعَةٍ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ“

”جس گھرانے کا کوئی بھی فرد قتال میں شرکت کے لیے نہ نکلے، نہ ہی دھاگے یا سوئی یا اس کے برابر چاندی (یعنی پیسوں) سے کسی مجاہد کی تیاری میں مدد دے اور نہ کسی مجاہد (کی غیر موجودگی میں اس) کے گھروالوں کی اچھی طرح خبر گیری کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے (دنیا ہی میں) اس پر ایک سخت

مصیبت مسلط فرمادیتے ہیں۔“ (المعجم الأوسط للطبرانی: باب من بقية من أول إسمه ميم من موسى)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ناراضی و غضب سے محفوظ رکھے۔ (آمین) چنانچہ وہ تمام لوگ جو کسی حقیقی شرعی عذر کی وجہ سے خود مجاہدوں کا رخ نہیں کر سکتے، اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی فضل و کرم سے ان کے لیے جہاد میں شرکت اور اجر و ثواب سیٹھنے کا یہ عظیم دروازہ کھول دیا ہے کہ یہ تمام لوگ کسی مجاہد کو اسباب جہاد فراہم کر کے گھر بیٹھے ہی قتال فی سبیل اللہ کا اجر کماسکتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو جنت کی بشارت سناتے ہیں جو مجاہد کو وسائل جہاد فراہم کرے:

”إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ ثَلَاثَةَ نَفَرٍ الْجَنَّةَ؛ صَاحِبَهُ الَّذِي يَحْتَسِبُ فِي صَنْعَتِهِ الْخَيْرِ، وَالَّذِي يُجَهِّزُ بِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَالَّذِي يَرْمِي بِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ“

”بے شک اللہ عزوجل ایک تیر سے تین بندوں کو جنت میں داخل فرماتے ہیں۔ تیر بنانے والا جو اسے بنانے میں بھلائی کی نیت رکھتا ہو، اللہ کی راہ میں (کسی مجاہد کو) وہ تیر فراہم کرنے والا، اور اللہ کی راہ میں وہ تیر چلانے والا۔“ (مسند أحمد: حدیث عقبہ بن عامر الجہنی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”فالحاصل أن من باشر القتال، و من أعان عليه بنوع، كلهم مشتركون في الجهاد، وإن اختلفوا في الأجر زيادةً و نقصاناً بحسب تفاوت مراتب الخلوص، و سماحة الأنفس، و صرف الأموال، و بذل المهيج.“

”پس خلاصہ یہ ہوا کہ جس نے قتال میں خود حصہ لیا اور جس نے کسی بھی طریقے سے اس مجاہد کی معاونت کی، یہ سب جہاد میں شریک ہیں، اگرچہ اخلاص، سخاوت، نفس، مال خرچ کرنے اور جان قربان کرنے کے مراتب میں فرق کے اعتبار سے ان کے اجر میں فرق ہو سکتا ہے، کسی کام اور کسی کا زیادہ۔“

(فیض الباری علی صحیح البخاری: المجلد الرابع، کتاب الجہاد)

پس اہل ایمان کو چاہیے کہ وہ جنت کمانے کے اس قیمتی موقع کو ضائع نہ کریں اور آگے بڑھ کر اللہ کی رحمتیں سمیٹ لیں۔ اپنے زکوٰۃ و صدقات کے اموال اس راہ میں لٹائیں کیونکہ ان کا بہترین مصرف مجاہدین کی تیاری

ہے، بالخصوص جب کہ جہاد بالمال بھی فرض عین ہو چکا ہو۔

مجاہدین کو ساز و سامان فراہم کر کے ان کے برابر اجر کمانے کا یہ دروازہ تو خواتین کے لیے بھی کھلا ہے۔ وہ غیر اہل ایمان خواتین جن کے دل جہاد میں حصہ ڈالنے کے لیے تڑپتے ہیں، جو اس عظیم عبادت سے کسی طور محروم نہیں رہنا چاہتی ہیں، انھیں چاہیے کہ وہ اپنا مال و اسباب لٹا کر اس عظیم اجر کو حاصل کریں۔ مسلمانوں کی پوری تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جہاں مسلمان خواتین نے اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں لٹا کر جہاد کو تقویت بخشی۔ غزوہ تبوک میں، جب کہ مقابلہ اس وقت کی سب سے بڑی سلطنت سے تھا اور مسلمان مالی تنگی کا سامنا کر رہے تھے، صحابیات رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مجاہدین کو سامان فراہم کرنے میں اپنا حصہ ڈالا۔ حضرت ام سنان اسلمیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے غزوہ تبوک کے موقع پر دیکھا کہ:

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک کپڑا بچھا ہوا ہے جس پر کنگن، بازو بند، پازیب، بالیاں، انگوٹھیاں اور بہت سے زیور رکھے ہوئے ہیں۔“ (ابن عساکر: المعجلد الأول)

یہ محض ماضی بعید کے قصے ہی نہیں، آج بھی الحمد للہ امت میں ایسی مائیں بہنیں موجود ہیں جن کی قربانیاں اسلاف کی یادیں تازہ کر دیتی ہیں۔ شیشیان میں شہید ہونے والے قائد ابو جعفر یمنی رحمۃ اللہ علیہ کی ہمیشہ کی مثال ہمارے سامنے ہے، جنھوں نے اپنا سارا زور بیچ کر اپنے بھائی کا اسلحہ و دیگر ضروری سامان پورا کیا۔ اللہ تعالیٰ پھر سے اس امت کو حضرت خنساءؓ جیسی مائیں اور حضرت خولہؓ جیسی بہنیں عطا فرمائے۔ (آمین)

اسی طرح وہ شخص جو خود صاحب مال نہ ہو، وہ بھی اہل ثروت حضرات سے مال جمع کر کے یا انھیں جہاد فی سبیل اللہ میں مال خرچ کرنے پر ابھار کر یہ اجر و ثواب سمیٹ سکتا ہے۔ ارشاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

”إِنَّ الدَّالَّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ“

”بے شک نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والا بھی خود نیکی کرنے والے کی طرح ہے۔“ (ترمذی: کتاب

العلم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ما جاء الدال على الخير كفاعله)

اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ دین اتنی رحمتوں، وسعتوں والا ہے کہ کوئی بھی ایسا شخص جو بھلائی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، رحمت الہی سے محروم نہیں رہتا۔ یہ دین اسے رضائے الہی پانے کا کوئی نہ کوئی رستہ ضرور سمجھا دیتا ہے۔ اللہ ہمیں صالح اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں جہاد جیسی عظیم عبادت میں شرکت سے محروم نہ رکھے۔ (آمین)

(جاری ہے ان شاء اللہ)

## کیا امنیّت (احتیاطی تدبیر) توکل کے منافی ہے؟

قاری عبد السّامی

ایک اور اشکال جو اکثر مجاہدین کے ذہنوں میں پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ امنیّت کو توکل کے منافی سمجھتے ہیں چنانچہ جب بعض ساتھیوں کو احتیاط کرنے کو کہا جائے تو وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ ”بھائی! اللہ پر توکل کرو، ان تدبیروں سے کچھ نہیں ہوتا۔“ یہ جواب دراصل اس غلط فہمی پر مبنی ہے کہ امنیّت کا اہتمام کرنا توکل کے منافی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا احتیاطی تدبیر اختیار کرنا اس عقیدے کی وجہ سے قطعاً نہیں ہوتا کہ یہ احتیاطی تدبیر تقدیر کو نال دیں گی یا ہمیں ضرر سے بچالیں گی۔ تدبیر تو ہم حکم خداوندی ﴿خُذُوا حِزْبَكُمْ﴾ ”اپنی احتیاط کیے رکھو“..... کی اطاعت اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اختیار کرتے ہیں، اور اگر ہم ایسا نہ کریں تو ہم اپنی تقصیر پر گناہ گار ٹھہریں گے۔ لیکن جہاں تک عقیدے کا تعلق ہے، تو یہ بات ذہن و قلب میں بالکل راسخ ذہنی چاہیئے کہ زندگی موت، نفع نقصان، عزت ذلت، تکلیف راحت..... تنہا اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ احتیاطی تدبیر اور توکل میں کوئی تعارض نہیں۔ توکل تو دراصل کہتے ہی اس کو ہیں کہ تمام ممکنہ اسباب اختیار کئے جائیں (اور پھر معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا جائے) مگر نگاہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی پر جمی رہے۔ بھروسہ اور اعتماد اپنی تدبیر پر نہ ہو بلکہ رحمت الہی پر ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور فرمان ہے کہ:

”إِعْقَلْهَا وَتَوَكَّلْ“

”اوقٹی باندھو اور پھر توکل کرو۔“ (ترمذی: کتاب صفة القيامة والرفاق والورع عن رسول الله)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”آج کل ”توکل“ کا استعمال دین ہی کے کاموں میں رہ گیا ہے۔ دنیا کے کاموں میں کیسی سعی و کوشش، جدوجہد و دوڑ دھوپ کرتے ہیں، پھر اگر اس پر بھی ناکام رہتے ہیں تو مایوس نہیں ہوتے۔ اس توکل کی بالکل ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی قوم نکاح کرنا چھوڑ دے اور توکل پر اولاد کی تمنا کرے..... اس پر ایک آیت کی تفسیر مقصود کی تائید کے لئے بیان کرتا ہوں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نُزَلُّنَا الدَّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ خود قرآن مجید کے محافظ ہیں۔ تو اگر کوئی شخص یہ

کہنے لگے کہ جب اللہ تعالیٰ خود قرآن مجید کے محافظ ہیں تو پھر قرآن پاک کا پڑھنا، لکھنا، چھپوانا بھی چھوڑ دو؟ کیا آج تک مسلمانوں نے ایسا کیا ہے؟ میں اس کی حقیقت بتلاتا ہوں کہ اِنَّا لَهُ لِحَافِظُونَ کے معنی یہ ہیں کہ ہم ہر زمانے میں ایسے لوگ اور ایسی جماعت پیدا فرماتے رہیں گے جو اس کی حفاظت کرتی رہے گی۔ اسی طرح پر دین کے سب کاموں کو سمجھ لیا جائے کہ ان میں توکل کرنا تدابیر سے مانع نہیں، بلکہ توکل کے معنی یہ ہیں کہ تدابیر کرو اور اللہ تعالیٰ کو کارساز سمجھو کیونکہ تدابیر کا حکم بھی انہوں ہی نے کیا ہے۔ جیسے قرآن مجید کی حفاظت کی تدابیر کی جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کو محافظ اعتقاد کیا جاتا ہے، کیونکہ اس کی حفاظت کا حکم بھی انہوں نے ہی فرمایا ہے۔ باقی دنیا کی تدابیر کرنا اور دین کو محض تقدیر و توکل پر چھوڑ دینا، یہ بے ڈھنگا پن کیسا؟“ (ملفوظات حکیم الامت، جلد ۸، ص ۳۳۵: مجلس بعد از نماز ظہر، ۱۹ شعبان المعظم، ۱۳۵۱ھ)

مفتی عبدالرحیم صاحب، حضرت مفتی رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودات کی روشنی میں لکھتے ہیں:

”دشمنان اسلام اور زنادقہ و ملاحدہ سے بچاؤ کے لیے حفاظتی تدابیر اختیار کرنے کو خلاف توکل سمجھنا بے دینی اور الحاد ہے۔ کوئی صحیح عقل والدماغ مسلمان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

جہاد و قتال فی سبیل اللہ فرائض قطعاً بدیہیہ متواترہ میں سے ہے جو بدون اختیار اسباب و حفاظتی تدابیر و اسلحے کے نہیں ہو سکتا۔ اس لیے حفاظتی تدابیر کو خلاف توکل سمجھنا درحقیقت جہاد کی فرضیت بلکہ اس کے وجود ہی سے انکار ہے۔ جہاد و قتال میں اقدام سے زیادہ دفاع کو اہمیت ہے، جو دفاع نہ کرے وہ جہاد نہیں کر سکتا۔“ (کتاب: مسلح سپرہ اور توکل، ص ۱۲)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب ”احیاء علوم الدین“ میں لکھتے ہیں:

”فإن قلت: فإذا أخذ المتوكل سلاحه حذراً من العدو وأغلق باباً حذراً من اللص وعقل بعيره حذراً من أن ينطلق، فأى اعتبار يكون متوكلاً؟

فأقول: يكون متوكلاً بالعلم والحال، فأما العلم فهو أن يعلم أن اللص إن اندفع لم يندفع بكفايته في إغلاق الباب، بل لم يندفع إلا بدفع الله تعالى إياه؛ فكم من باب يغلق ولا ينفع، وكم من بعير يعقل ويموت أو يفلت، وكم من أخذ سلاحه يقتل أو يغلب؛ فلا تتكل على هذه الأسباب أصلاً بل على مسبب الأسباب، ..... وأما الحال فهو أن يكون راضياً بما يقضى الله تعالى به في بيته و نفسه و يقول: اللهم إن سلطت على ما في البيت من يأخذه فهو في سبيك و أنا راض بحكمك، فإني لا أدري أن

ما أعطيتني هبة فلا تسترجعها، أو عارية و ودیعة فتستردھا، ولا أدري أنه رزقي أو سبقت مشيئتک فی الأزل بأنه رزق غيري، وكيفما قضيت فأنا راض به، وما أغلقت الباب تحصناً من قضايتک وتسحطاً له، بل جرياً على مقتضى سننک فی ترتيب الأسباب، فلا ثقة إلا بک يا مسبب الأسباب، فإذا كان هذا حاله و ذلك الذى ذكرناه علمه لم يخرج عن حدود التوکل بعقل البعير وأخذ السلاح و إغلاق الباب، ثم إذا عاد فوجد متاعه فى البيت فينبغي أن يكون ذلك عنده نعمة جديدة من الله تعالى، وإن لم يجد بل وجد مسروقاً نظراً إلى قلبه، فإن وجد راضياً أو فرحاً بذلك عالماً أنه ما أخذ الله تعالى منه إلا ليزيد رزقه فى الآخرة فقد صح مقامه فى التوکل و ظهر له صدقه، وإن تألم قلبه به و وجد قوة الصبر فقد بان له أنه ما كان صادقاً فى دعوى التوکل ؛ لأن التوکل مقام بعد الزهد، ولا يصح الزهد إلا ممن لا يتأسف على ما فات من الدنيا ولا يفرح بما يأتي، بل يكون على العكس منه، فكيف يصح له التوکل؟“

”پس اگر تم یہ کہو کہ: جب کوئی توکل کرنے والا شخص دشمن سے بچاؤ کے لیے ہتھیار تھام لے اور چور کے شر سے بچنے کے لیے دروازہ بند کر لے اور اپنے جانور کو بھاگنے سے روکنے کے لیے اسے بھی باندھے، تو (ان سب اسباب کو اختیار کرنے کے بعد) اسے متوکل کیسے کہا جاسکتا ہے؟ تو میں اس کے جواب میں یہ کہوں گا کہ: یہ شخص (تمام اسباب اختیار کرنے کے بعد بھی) اپنے یقین اور اپنے حال کے اعتبار سے متوکل ہو سکتا ہے۔

جہاں تک یقین کا تعلق ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ یہ شخص (اپنے دل سے) اس بات پر یقین رکھتا ہو کہ اگر (اس کا مال) چور کے شر سے بچا ہے تو اس کے دروازہ بند کرنے کی وجہ سے نہیں بچا بلکہ محض اس لیے بچا ہے کہ اللہ نے اس چور کو اس مال سے دور ہٹا دیا، کیونکہ کتنے ہی دروازے ایسے ہیں جو بند کئے جاتے ہیں مگر ان کی بندش کسی کام نہیں آتی، اور کتنے ہی جانور ایسے ہیں جو باندھے جاتے ہیں مگر وہ پھر بھی مر جاتے ہیں یا بھاگ نکلتے ہیں، اور کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو ہتھیاروں سے لیس ہوتے ہیں لیکن انہیں قتل کر دیا جاتا ہے یا وہ مغلوب ہو جاتے ہیں۔ پس اصل بھروسہ ان اسباب پر نہ کرو بلکہ مسبب الاسباب پر کرو۔

..... اور جہاں تک اپنے حال کے اعتبار سے متوکل ہونے کا تعلق ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس



شخص کے گھر اور مال (وغیرہ) کے بارے میں جو بھی فیصلہ کریں (اور اسے جس حال میں بھی رکھیں) وہ اس پر راضی رہے اور کہے کہ: اے اللہ! اگر تو نے اس گھر میں موجود مال پر کسی ایسے شخص کو مسلط فرمایا ہے اس کو اٹھا کر لے جائے تو وہ گال گویا تیرے ہی رستے میں نکل گیا اور میں تیرے اس فیصلے پر راضی ہوں۔ کیونکہ میں نہیں جانتا کہ جو کچھ تو نے مجھے دیا ہے کیا وہ بطور تحفہ ہے جو تو نے دے کر واپس نہیں لینا، یا وہ ادھار یا امانت ہے جسے تو کسی بھی وقت مجھ سے طلب کر سکتا ہے؟ اور نہ ہی میں یہ جانتا ہوں کہ وہ سب میرا ہی رزق ہے یا تیری ازلی مشیت یہ ہے کہ وہ کسی اور کا رزق بنے۔ پس تو جو بھی فیصلہ کرے میں اس پر راضی ہوں۔ اور میں نے گھر کا دروازہ تیری قضا سے بچنے یا اس پر اظہارِ ناپسندیدگی کے لیے بند نہیں کیا، بلکہ اسباب کو اختیار کرنے کے حوالے سے تو نے جو سنت مقرر کر رکھی ہے، اسی پر عمل کرتے ہوئے میں نے ایسا کیا ہے۔ اور میرا بھروسہ تو..... اے مسبب الاسباب!..... تیرے سوا اور کسی پر نہیں۔ پس اگر یہ شخص اس حال میں ہو اور اس کا یقین بھی ایسا ہی ہو جیسا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے تو وہ جانور یا باندھنے یا اسلحہ تھامنے یا دروازہ بند کرنے (جیسی تدابیر اختیار کرنے) سے توکل کی حدود سے باہر نہیں نکلے گا۔

پھر جب یہ شخص (دروازہ بند کر کے چلے جانے کے بعد دوبارہ) اپنے گھر لوٹے اور اپنا سامان (بحفاظت) وہیں پائے تو اسے چاہیے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک نئی نعمت تصور کرے۔ اور اگر وہ اپنی پر اسے اپنا سامان وہاں نہ ملے، بلکہ وہ چوری ہو چکا ہو تو اسے اپنے دل کی کیفیت پر غور کرنا چاہیے۔ اگر یہ اپنے دل کو (اللہ کے اس فیصلے پر) راضی اور خوش پائے اور اس کے دل میں یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ نے (دنیا میں) اس سے جو کچھ واپس لیا ہے وہ اسی لیے ہے کہ آخرت میں اس کے رزق کو بڑھادے، تو پھر یہ صحیح معنی میں توکل کرنے والا ہے اور اس کا (اپنے دعوائے توکل میں) سچا ہونا ظاہر ہو گیا ہے۔ لیکن اگر (مال چھین جانے پر) اس کا دل دکھے اور اسے صبر سے کام لینا پڑے تو گویا یہ بات کھل گئی کہ وہ اپنے دعوائے توکل میں سچا نہیں، کیونکہ توکل تو زہد (یعنی دنیا سے بے رغبتی) سے بھی اونچا مقام ہے اور زہد تو وہی ہو سکتا ہے جو نہ تو دنیا کے چھٹنے پر غمگین ہو اور نہ ہی اس کے ملنے پر خوش، بلکہ زاہد کے دل کی کیفیت تو اس کے برعکس ہوتی ہے (یعنی دنیا کے ملنے پر غمگین اور اس کے چلے جانے پر راضی و خوش ہوتا ہے)۔ تو بھلا جس کے دل میں زہد نہ ہو اس کے دل میں توکل کیسے ہو سکتا ہے؟“

(احیاء علوم الدین، کتاب التوحید والتوکل، بیان أحوال المتوکلین فی التعلق بالأسباب)  
 امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے درج بالا فرمان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جن مقامات پر شریعت ہی نے اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا ہو وہاں اسباب ترک کر دینے کا نام توکل نہیں، بلکہ توکل تو دل کی اس

کیفیت کا نام ہے کہ انسان کا بھر سہ ہر وقت اور ہر حال میں تجاہد اللہ کی ذات پر ہو اور اپنی تمام تر تدابیر اختیار کرتے ہوئے بھی توجہ اللہ کی رحمت سے ہٹنے نہ پائے۔

نیز اس اقتباس سے یہ بات بھی بخوبی سمجھ لینی چاہیے ہے کہ امنیت کا اہتمام کرتے ہوئے دل کی کیفیت کیا ہو، تاکہ ہم اس معاملے میں افراط و تفریط دونوں سے بچ سکیں۔ نہ تو توکل کے کسی خود ساختہ تصور کی خاطر امنیت کے تقاضوں کو نظر انداز کیا جائے اور نہ ہی امنیت و احتیاط کی تدبیریں اختیار کرتے ہوئے، توکل کے عقیدے کو ضائع کر دیا جائے کیونکہ یہ وہ قیمتی متاع ہے جسے اپنے سینے میں محفوظ رکھنا ہی مومنین کی نجات کا ذریعہ ہے۔

### کیا امنیت شجاعت کے منافی ہے؟

ایک اور اشکال جو اکثر ذہنوں میں پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ امنیت کو شجاعت کے منافی سمجھا جاتا ہے۔ شجاعت اسلام کی نگاہ میں ایک محمود صفت ہے اور بزدلی کو حدیث میں بدترین صفت قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے:

”شَرُّ مَا فِي الرَّجُلِ شُحُّ هَالَعٍ وَ جُبْنٌ خَالِعٌ“

”انسان میں جو دو بدترین صفات پائی جاسکتی ہیں وہ ہیں شدید کججوسی اور سخت بزدلی۔“

(أبو داود: كتاب الجهاد: في الجرة و الجبن)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بزدلی سے پناہ مانگنے کے لئے ہمیں یہ دعا بھی سکھائی ہے کہ:

”اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ“

”اے اللہ! میں بزدل بننے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔“

(بخاری: كتاب الجهاد و السير: باب ما يتعوذ من الجبن)

لہذا ان لوگوں کا رویہ بلاشبہ قابل مذمت ہے جو احتیاط کی آڑ میں اپنی بزدلی چھپاتے ہیں اور دوسروں کو بھی بزدل بناتے ہیں۔ ہمیں ایسے کئی حضرات سے سابقہ پیش آتا ہے جو کچھ ”موہومہ خطرات“ سے بچنے کے لئے ایسی ”حفاظتی تدابیر“ اختیار کرتے ہیں جو انہیں جہاد کے رستے پر چلنے، حتیٰ کہ مجاہدین کی نصرت تک کرنے سے روک دیتی ہیں اور وہ بالکل مفلوج ہو کر اپنے گھروں میں چھپ بیٹھتے ہیں۔ انہی کے منہ سے مجاہدین و شہداء کے بارے میں یہ جملہ بھی سننے کو ملتے ہیں کہ:

﴿.....لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا﴾ (آل عمران: ۱۶۸)

”.....اگر یہ ہماری بات مان لیتے تو نہ مارے جاتے۔“

حالانکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں محض ”حُدُّوْا حُدْرَکُمْ“ کے ساتھ ساتھ ”فَانْفِرُوْا“،  
”جَاهِدُوْا“ اور ”قَاتِلُوْا“ کا حکم بھی دیا ہے۔ احتیاط فی نفسہ کوئی مطلوب چیز نہیں، بلکہ یہ توجہاد ہی کی حفاظت کا  
ذریعہ ہے۔ اگر کسی نے جہاد نہیں کرنا تو پھر وہ احتیاط کس لیے کر رہا ہے؟

کوئی تو ہو جو مجازوں پہ ان کا ساتھی ہو!

کہاں ہیں اہل فکر؟ جن کی سوچ کے دھارے  
مری مظلوم اس امت کا رخ بدل ڈالیں  
کدھر ہیں اہل ہنر؟ جن کی دست کاری سے  
ستم زدوں کو میسر ہوں تیغ اور ڈھالیں  
کہاں گیا وہ معلم؟ جو میرے بچوں کو  
حسن، حسین کے اُسوے کا درس سکھلائے  
کہاں ہے میرے شہر کا طبیب؟ جس کا فن  
کسی مجاز پر تڑپتی جاں کا مرہم ہو  
کدھر ہے میرے محلے کا خوش نوا واعظ؟  
جو کافروں کے تسلط پہ آج برہم ہو  
کہاں پہ ہیں وہ محقق؟ کہ جن کی تحقیقیں  
عدو کے ٹینک اور توپوں کا توڑ ہی کر دیں  
کہاں ہیں مایہ ناز وہ مہندسین؟ کہ جو  
صلیبیوں کا برج برج آگ سے بھر دیں  
کہاں گئے وہ سبھی لوگ ”پڑھے لکھے“؟؟..... جو یہ کہتے تھے  
جہالتوں سے نمٹنا بہت ضروری ہے!  
جہالتوں کے سیل سر سے گزر بھی گئے لیکن  
ہنوز اُن کی تیاری یہاں ادھوری ہے!  
حرم سراؤں میں امت کے غم میں گھلتے ہیں  
اور اُن کی بے بہا صلاحیت کے سیم وزر  
حرص، ہوس کی منڈیوں میں روز ٹٹلتے ہیں!

اور ایسی تارشیموں میں میرے وہ کلمہ گو  
”مدد مدد“ پکارتے ہیں..... ایسے رُلتے ہیں!  
کوئی تو ہو جو مجازوں پہ اُن کا ساتھی ہو  
کہ جس کے پاؤں تلے ابرہہ کا ہاتھی ہو  
کوئی اب اپنے ہنر آ کے آزمائے تو!  
عدو کے ٹینک اور توپ کو اڑائے تو!  
صلیب والوں سے بہنیں کوئی چھڑائے تو!  
پلید ہاتھوں کے بھڑکائے ہوئے شعلوں سے  
قرآن پاک کے اوراق کو بچائے تو!

”دشمن سے زيادہ، اللہ کی معصيت سے ڈريں كيوں كه ”گناہ“ دشمن كى تدبيروں سے

بھي زيادہ انسان كے ليے خطرناك ہے۔“

”اللہ كے بندے اميرالمومنين عمر بن عبد العزيز كا يہ نصايت نامہ منصور بن غالب

كے نام جب كه اميرالمومنين نے ان كو اهلِ حرب سے اور ان اهلِ صلح سے جو مقابلہ كے

ليے آئیں جنگ كرنے كے ليے بربيجا ہے:

اميرالمومنين نے ان كو حکم ديا ہے كه ہر حال ميں تقوىٰ اختيار كريں، كيوں كه اللہ كا تقوىٰ بہترين سامان، موثر

ترين تدبير اور حقيقى طاقت ہے، اميرالمومنين ان كو حکم ديتے ہيں كه وہ اپنے اور اپنے ساتھیوں كے ليے، دشمن سے

زيادہ اللہ كى معصيت سے ڈريں كيوں كه ”گناہ“ دشمن كى تدبيروں سے بھي زيادہ انسان كے ليے خطرناك ہے۔

ہم اپنے دشمنوں سے جنگ كرتے ہيں، اور ان كے گناہوں كى وجہ سے ہم ان پر غالب آجاتے ہيں كيوں كه اگر

يہ بات نہيں تو ان سے ہم كو مقابلہ كى قوت نہيں ہے، كيوں كه نہ تو ہمارى تعداد ان كى تعداد كے برابر ہے، اور نہ ہمارا

سامان ان كے سامان كے برابر۔ پس اگر ہم اور وہ معصيت ميں برابر ہو جائیں تو وہ قوت اور تعداد ميں ہم سے

بڑھ كر ثابت ہوں گے، يا دركھو! اگر ہم ان پر اپنے حق كى وجہ سے غلبہ نہ پاكياں گے، تو اپنى قوت كى وجہ سے بھي ان

پر غالب نہ آسكيں گے۔ اور اپنے گناہوں سے زيادہ كسى كى دشمنى سے چوكنا نہ ہوں، جہاں تك ممكن ہو اپنے

گناہوں سے زيادہ كسى چيز كى فكر نہ كريں، سمجھ لو كه اللہ تعالٰى كى طرف سے تم پر كچھ محافظ مقرر كئے گئے ہيں، جو

تمھارے سفر و حضر كے افعال جانتے ہيں، پس ان سے شرم كرو، اور اپنے ساتھیوں كے ساتھ حسن سلوك كرو، اور

ان كو اللہ كى نافرمانى كر كے ايذا نہ پہنچاؤ، خصوصاً ايسى حالت ميں كه تمھارا دعوىٰ ہے كه تم راہ خدا ميں نكلے ہوئے

ہو، اور يہ مت سمجھو كه ہمارے دشمن ہم سے گئے گزر رہے ہيں، اس ليے گو ہم گناہ گار ہيں، ليكن وہ ہم پر غالب نہيں

آسكتے، كيوں كه بہت سى ايسى قومیں ہيں جن پر ان كے گناہوں كى وجہ سے ان سے بدرتو لوگوں كو مسلط كر ديا گيا

ہے، پس اللہ تعالٰى سے اپنے نفسوں كے مقابلے ميں مدد چاہو، جيسا كه اللہ تعالٰى سے تم اپنے دشمنوں كے مقابلہ

ميں مدد چاہتے ہو، ميں بھي اپنے ليے اور تمھارے ليے اللہ تعالٰى سے سوال كرتا ہوں۔“

(تاريخ دعوت و عزيمت، تاليف مولانا سيد ابوالحسن على ندوى<sup>ؒ</sup>، ص ۳۶ ج ۱)

اُن سے جا ملو!

عبد اللہ جعفر

یہ کیا ہے؟

ملے کا ڈھیر!

یہاں پہلے کیا تھا؟

”لال مسجد“

یہ اس قدر لال کیوں ہے؟

یہاں خون گرا ہے

کس کا خون؟

حفاظ قرآن کا، معلمات دین کا، برقعہ پوش بچیوں کا، علمائے حق کا...

یہ خون کس نے گرایا ہے؟

امر کی صدر کا کہنا ہے کہ یہ میرے دوستوں نے گرایا ہے،

برطانوی طاغوت کہتا ہے درست گرایا ہے،

نیٹو کا سربراہ کہتا ہے مزید گرنا چاہیے

خون تو سامنے کی سڑک پر بھی گرا ہے؟

وہ دوسرا خون ہے

وہ کس کا ہے؟

وردی والوں کا

وہ کیا چاہتے ہیں؟

جو امریکہ چاہتا ہے

امریکہ کیا چاہتا ہے؟

مساج سنٹر، قحبہ خانے، ویڈیو سنٹر، آغا خانی سکول، اور بہت کچھ!

کیا کچھ؟

خاندانی منصوبہ بندی (اور اسقاطِ حمل) کے مراکز، این جی اوز کے جال، ٹی وی و کیبل چینلو، انٹرنیٹ

کلب، مخلوط تعلیم، میراتھن ریس!

امریکہ یہ سب کچھ کیوں چاہتا ہے؟

امریکہ کے دوستوں سے پوچھو

اس کے دوست کون ہیں؟

جو اس کے خاطر اپنی وردیاں لال کروا رہے ہیں

یہ وردی والے خون میں نہا کر کہاں جا رہے ہیں؟

کم از کم وہاں نہیں جا رہے جہاں وہ برقعہ پوش بچیاں شہید ہو کر جا رہی ہیں!

کیوں؟

یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے!

پھر وردی والے ایسا کیوں کرتے ہیں؟

آڈر آڈر ہوتا ہے!

آڈر جنم میں لے جائے تو؟

پھر بھی وہ آڈر ہی رہتا ہے!

کیوں؟

بڑے کا آڈر ہے

بڑا تو خدا ہے

وہ بھی بڑا ہے

کون؟

جو کہتا ہے انا ربکم الاعلیٰ

تو کیا یہ وردی والا حرام موت مرا ہے؟

مفتیانِ کرام سے پوچھو

مفتیانِ کرام تو قبروں میں چلے گئے



پھر چیوٹی وی والوں سے فتویٰ لے لو  
 وہاں تو مذمتی بیان چل رہا ہے؟  
 کس کا؟  
 سیاست دان کا  
 کس کی مذمت میں؟  
 دونوں کی مذمت میں  
 کون دونوں؟  
 بُش کے دوستوں، دشمنوں دونوں کی مذمت میں  
 دوستوں کی مذمت کیوں؟  
 جمہوریت کا تقاضا ہے  
 دشمنوں کی مذمت کیوں؟  
 قانون کی پاسداری ضروری ہے  
 قانون تو انگریز کا ہے، کافروں کا ہے؟  
 قانون..... قانون ہوتا ہے، جیسے آڈر..... آڈر ہوتا ہے!  
 اچھا تو یہ سیاست دان حق کیوں بیان نہیں کرتے؟  
 ابھی زیرِ تربیت ہیں  
 کہاں؟  
 یو ایس ایڈ اور پلڈیٹ والوں کے ہاں  
 پھر مجاہدین کدھر ہیں؟  
 کشمیر کے سرد خانوں میں  
 طالبان کہاں گئے؟  
 تعذیب خانوں کی نذر ہو گئے  
 حق گو علماء کہاں گئے؟ شامزیؒ اور غازیؒ کدھر گئے؟  
 قبروں میں

ان کے جانشین کہاں کھو گئے؟

”لاپتہ“ ہیں

پتہ کہاں سے چلے گا؟

پنٹاگون سے

مسلمان کہاں ہیں؟

مسلمان کمزور ہیں!

کیا مسلمان کھانا کھاتے ہیں؟

جی ہاں

پانی پیتے ہیں؟

جی ہاں

بل چلاتے ہیں؟

جی ہاں

قرآن پڑھتے، پڑھاتے ہیں؟

جی ہاں

پھر کیوں کمزور ہیں؟

جہاز نہیں ہیں، میزائل نہیں ہیں، دشمن مضبوط ہے

کیا دشمن کے پاس ایمان ہے؟

نہیں

شوق شہادت ہے؟

نہیں

شہیدی حملے کرنے والے ہیں؟

نہیں

پھر دشمن کیسے مضبوط ہوا؟

ہم کمزور ہیں

کیا کمزوری ہے؟  
موت سے ڈر لگتا ہے!  
اصل بات یہ ہے  
یہ ڈر کیسے دور ہوگا؟  
جو موت سے نہیں ڈرتے، ان سے جا ملو!

## ضرورت ہے

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ صلیبی صہیونی اتحاد پورے عالم کے مسلمانوں کے خلاف ہر قسم کی تخریبی ٹیکنالوجی استعمال کر رہا ہے، جس کا جواب دینا اہل اسلام پر فرض ہے۔ چنانچہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے مسلم ماہرین، جامعات کے طلبہ و اطباء سے گزارش کی جاتی ہے کہ آپ میں سے جو کوئی بھی مجاہدین کے لئے:

۱) ایٹمی

۲) کیمیاوی

۳) گیس

۴) برقی یا

۵) جراثیمی ہتھیار بنا سکتا ہو، مہیا کر سکتا ہو، یا بنوانے میں کوئی تعاون کر سکتا ہو تو وہ اپنے اس شرعی فریضے کو ضرور پورا کرے۔ ایسے افراد کو ذہن میں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اگر انھیں کوئی ایسا ہنریا فن آتا ہے، جس کی مجاہدین کو ضرورت ہو، تو ایسے افراد پر جہاد کے لئے اپنی خدمات کو پیش کرنا بدرجہ اولیٰ فرض عین ہے۔

اس مقصد کے لئے آپ سے گزارش کی جاتی ہے کہ اپنے قریب کے ایسے مجاہدین یا ان کے کسی مجموعے سے رابطہ کیجیے، جن کے بارے میں آپ کو اعتماد حاصل ہو جائے کہ ان کی دینی خدمات کسی ”ابجینسی“ کے ماتحت نہیں ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

## آپ کس کے ساتھ ہیں؟ فیصلہ خود کیجیے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

”میری امت کے کچھ لوگ ایک ایسے علاقے میں اتریں گے جسے بصرہ کہا جائے گا اور یہ علاقہ ایک دریا کے قریب ہوگا جسے دجلہ کہا جائے گا اور اس دریا پر ایک پل ہوگا جس کے ساتھ مسلمان شہروں کے بہت سے لوگ ہوں گے۔ پھر جب آخری زمانہ آئے گا تو رومی (بنو قنطورا) پھیلے ہوئے چہروں اور چھوٹی آنکھوں والے آئیں گے تو وہ دریا کے کنارے اتریں گے تو اس علاقے کے لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔

ایک فرقہ بیلوں کی دموں کو پکڑے زمین سے چمٹ جائے گا، یہ لوگ ہلاکت میں پڑ گئے۔ اور ایک گروہ اپنے مفادات کے چکر میں پڑ جائے گا یہ لوگ کفر کے مرتکب ہوں گے۔ اور ایک گروہ اپنی اولاد کو پیچھے چھوڑ جائے گا اور ان دشمنوں سے قتال کرے گا یہی لوگ شہداء ہوں گے۔“ (ابوداؤد)